وما نرسل المرسلين الا مبشرین و منذرین

الحمد للہ کہ متبارک رسالہ نادر کتاب

النبوۃ

کا

پہلا حصہ

انجمن دار التالیف لکھنو سے پاس ہو کر

مطبع عام پریس پاٹانالہ لکھنؤ میں چھپا

وما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین

الحمد للہ کہ مبارک رسالہ نادر کتاب

النبوۃ

کا

پہلا حصہ

انجمن دار التالیف لکھنؤ سے پاس ہو کر

مفید عام پریس پاٹا نالہ لکھنؤ میں طبع ہوا

(صرف لوح چھپی باہتمام محمد علی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ابتعث عبادہ المرسلین لابانۃ احکامہ فخصھم بمزید لطفہ وانعامہ وجعلھم مھابط وحیہ والھامہ والصلوٰۃ علی الصادع بنشر اعلامہ محمد ن المصطفیٰ لازاحۃ الکفر وظلامہ المبعوث لاکمال دینہ المرضیّ واتمامہ وعلی اطائب عترتہ القائمین عظیم مقامہ فی ایضاح شرعہ حلالہ وحرامہ الباقی منھم من ینتدب لتقریر الحق وافہامہ الی یوم الحشر وقیامہ اما بعد پس احقر العباد سید علی بن مرحوم جناب مولوی سید صادق علی صاحب قبلہ طاب ثراہ حضرات مومنین کی خدمات عالیہ مین عرض کرتا ہی کہ انجمن دار التالیف لکھنؤ کے پانچوین رسالہ النبوۃ والرسالۃ کا یہ پہلا حصہ ہی جو ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہی انشاء اللہ تعالیٰ اسکے بعد باقی حصے بھی ہدیۂ انظار ہوتے رہینگے اس رسالہ مین اُن اعتقادی مسئلونپر نہایت مفصل بحث اور مفید استدلال کیا گیا ہی جو حُسن اعتقاد مین حضرات انبیا و مرسلین کی نبوت و رسالت کے متعلق مندرج ہوے تھے اس رسالہ کے مطالب عام فہم اور سلیس اردو مین لکھے گئے ہین امید ہی کہ اسکے سمجھنے مین کوئی اشکال نہوگا اور ہر شخص تھوڑی سی توجہ کرکے بآسانی سمجھ لیگا اس رسالہ مین آجکل کی نکتہ چینیون کا بھی جواب دیا گیا ہی۔ مومنین اس رسالہ کو اپنے بچونکے درس مین داخل فرمائین تاکہ رفتہ رفتہ اُنکے عقیدون مین استحکام اور مضبوطی پیدا ہو اور مخالفانہ حملون کے روکنے اور متعصبانہ اعتراضون کے دفع کرنے پر پوری قدرت حاصل ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ باقی اصول مین بھی ایک ایک رسالہ اسی عنوان پر شائع کیا جائیگا۔

نبوت کی تعریف

نبی وہ انسان ہی جسکو پروردگار عالم اپنے بندون کی ہدایت کے لیے مقرر فرماتا ہی اور اُسکے مقرر ہونے مین کسی بشر کا توسط[1] نہین ہوتا۔

اور چونکہ بندون کو نبی کے ذریعہ سے پروردگار عالم کے احکام معلوم ہوتے ہین اسلیے اُس (نبی) کو رسول اور پیغامبر اور سفیر بھی کہتے ہین۔

اگرچہ لغت مین نبی اور رسول کا ایک ہی معنی پر اطلاق ہوتا ہی لکن باعتبار اصطلاح اُن دونون مین کئی وجہون سے فرق کیا جاتا ہی۔

پہلی وجہ۔ رسول وہ شخص ہی جسکو حق تعالی کی طرف سے تازہ شریعت عطا ہوئی ہو خواہ وہ (شریعت) ابتدائی ہو جیسے حضرت آدمؑ اس لیے کہ حضرت آدمؑ سے پہلے کوئی انسان ہی نہ تھا جس پر کوئی شریعت نازل ہوتی یا وہ (شریعت) کسی پہلی شریعت کے لیے ناسخ ہو جیسے حضرت نوحؑ اس لیے کہ حضرت نوحؑ سے پہلے حضرت آدمؑ کی شریعت ہو جو تھی جسکو حضرت نوحؑ کی شریعت نے منسوخ کیا اور نبی کے لیے شریعت کا عطا ہونا لازمی نہین ہی۔ اس صورت مین ہر ایک رسول کا نبی ہونا ضروری ہوگا لکن ہر ایک نبی کا رسول ہونا ضرور نہ ہوگا جیسے حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام اس لیے کہ یہ دونون بزرگوار نبی تھے لکن رسول نہ تھے کیونکہ اُنکے لیے کوئی تازہ شریعت عطا نہ ہوئی تھی بلکہ وہ حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے۔

---

[1] اور جس شخص کے من جانب اللہ مقرر ہونے مین بشر کا توسط ہوتا ہے اُسکو امام اور خلیفۂ رسول کہتے ہین ۱۲

رسول وہ شخص ہی جو نزول وحی کے وقت فرشتہ کی آواز بھی سنتا اور بیداری مین اُسکا معائنہ بھی کرتا ہی اور اُسکو خواب مین بھی دیکھتا ہی اور نبی کے لیے فرشتہ کا بیداری کی حالت مین معائنہ کرنا لازمی نہین۔ پس اس صورت مین بھی ہر ایک رسول کا نبی ہونا ضروری ہوگا لیکن ہر ایک نبی کا رسول ہونا ضرور نہوگا۔ چنانچہ زرارہ کی روایت مین وارد ہی کہ اُنھون نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

قال سألت ابا جعفر عن الرسول[1] عن النبی عن المحدث فقال الرسول الذی یاتیہ جبرئیل فیکلمہ قبلا فیراہ کما یری احدکم صاحبہ الذی یکلمہ فھذا الرسول والنبی الذی یوتی فی النوم نحو رؤیا ابراھیم ونحو ما کان یاخذ رسول اللہ من السبات اذا اتاہ جبرئیل فی النوم فھکذا

سے سوال کیا کہ رسول کون ہی اور نبی کون ہی اور محدث کون ہی پس حضرت نے ارشاد فرمایا کہ رسول وہ شخص ہے جسکے پاس حضرت جبرئیل آتے ہین اور بالمشافہہ اُس سے ہمکلام ہوتے ہین اور وہ اُنکو اُسی طرح دیکھتا ہی جس طرح تم لوگون مین سے کوئی شخص اپنے رفیق کو دیکھتا ہی جو اُس سے ہمکلام ہوتا ہی پس یہ شخص رسول کہلاتا ہی اور نبی وہ شخص ہی جسکے پاس خواب کی حالت مین جبرئیل آتے ہین جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کا خواب تھا اور جیسا کہ ہمارے حضرت پر خواب طاری ہوتے تھے جبکہ آپ کے پاس خواب مین حضرت جبرئیلؑ آتے تھے پس

[1] اس قید کا فائدہ یہ ہی کہ اور وقتون مین فرشتہ کی آواز کو وہ لوگ بھی سن سکتے ہین جو نبی یا رسول نہین ہین جیسے حضرت ہاجرہ اور حضرت سیدہ کا اُسکی آواز کا سننا اسی طرح فرشتہ کو اور وہ لوگ بھی معائنہ کر سکتے ہین جو رسول نہین ہین جیسے حضرت سلیمانؑ نے ملک الموت کو معائنہ کیا تھا حالانکہ آپ نبی تھے اور رسول نہ تھے یا حضرت مریمؑ نے حضرت جبرئیلؑ کو اور آسیہ بنت مزاحم نے دیگر فرشتون کو معائنہ کیا تھا حالانکہ وہ دونون نبی اور رسول نہ تھین پس معلوم ہوا کہ فقط نزول وحی کے وقت فرشتہ کی آواز کا سننا یا اُسکا معائنہ کرنا رسول کے ساتھ مخصوص ہی ۱۲

النبی ومنهم من یجتمع له الرسالة
والنبوة وکان رسول الله رسولا
نبیا یاتیه جبرئیل قبلا فیکلمه و
یراه و یاتیه فی النوم و اما
المحدث فهو الذی یسمع کلام
الملك فیحدثه من غیر ان یراه
ومن غیر ان یاتیه فی النوم۔

نبی ایسا شخص کہلاتا ہی اور کسی شخص کے لیے نبوت اور رسالت
دونون جمع ہوجاتی ہین پس ہمارے حضرت رسول بھی تھے اور نبی
بھی تھے اور حضرت جبرئیل آپ کے پاس (بیداری مین بھی) آتے
تھے اور آپ اُن کا معائنہ کرتے تھے اور خواب مین بھی آتے تھے
اور محدث وہ شخص ہی جو فرشتہ کا کلام سنتا ہی اور اُس سے ہمکلام
ہوتا ہی لکن اُسکو دیکھ نہین سکتا اور نہ اُسکے پاس وہ (فرشتہ)
خواب مین آتا ہی۔

اور یہی مضمون احول کی روایت مین بھی وارد ہوا ہی وہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت امام
محمد باقر علیہ الصلوۃ والسلام سے رسول اور نبی اور محدث کے معنی دریافت کیے

قال الرسول الذی یاتیه جبرئیل
قبلا فیراه ویکلمه فهذا الرسول و
اما النبی فهو الذی یری فی منامه
نحو رؤیا ابراهیم ونحو ما کان یری
رسول الله صلعم من اسباب النبوة
قبل الوحی حتی اتاه جبرئیل من
عند الله بالرسالة وکان محمد حین
جمع له النبوة وجاءته الرسالة من
عند الله یجیئه بها جبرئیل ویکلمه بها
قبلا ومن الانبیاء من جمع له النبوة

آپ نے فرمایا کہ رسول وہ ہی جسکے پاس حضرت جبرئیل آتے ہین اور
وہ اُنکو برای العین دیکھتا ہی اور اُنسے ہم کلام ہوتا ہی اور نبی وہ
ہی جو خواب مین دیکھتا ہی جیسے حضرت ابراہیم کا خواب دیکھنا
یا ہمارے حضرت کا اسباب نبوت کو قبل وحی دیکھنا یہانتک کہ
حضرت جبرئیل آپ کے پاس خدا کی طرف سے رسالت لیکر آئے
اور جبکہ ہمارے حضرت کے لیے نبوت اور رسالت دونون مرتبے
جمع ہوگئے تھے تو حضرت جبرئیل سے آپ ہمکلام بھی ہوتے تھے
اور اُنکو معائنہ بھی کرتے تھے اور انبیا مین بعض ایسے بزرگوار بھی
گذرے ہین جو فرشتون کو خواب مین دیکھتے تھے اور روح القدس
اُنکے پاس آتے تھے اور اُن سے ہمکلام ہوتے تھے اور باتین

ويرى في منامه وياتيه الروح و يكلمه ويجد ثم من غير ان يرى في اليقظة واما المحدث فهو الذي يحدث فيسمع ولا يعاين ولا يرى في منامه

کرستے تھے بدون اسکے کہ وہ اُن فرشتون کو بیداری کی حال
مین دیکھتے ہون اور محدث وہ ہی جس سے فرشتے باتین کر
ہون اور وہ اُنکے کلام کو سنتا ہو اور اُنکا معائنہ نہ کرتا ہو ا
اُنکو خواب مین نہ دیکھتا ہو۔

اور جن بزرگوارون کے لیے ایسی تازہ شریعت عطا ہوتی ہی جو پہلی شریعت کو منسوخ کر
ہو اور وہ بیداری مین نزول وحی کے وقت فرشتہ کا معائنہ بھی کرتے ہین اُنکو انبیا
اولوالعزم[له] کہتے ہین۔

ثبوت نبوت کی دلیلین

نبوت کے ثابت ہونے پر بہت سی عقلی اور نقلی دلیلین موجود ہین جن پر نظر کرنے کے بعد اس
مین ہرگز شبہہ نہین رہ سکتا کہ حکیم مطلق پر نبی کا مبعوث کرنا نہایت ضروری ہی مگر
اس مقام پر صرف بعض دلیلون کے بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہین جو ہر ایک
منصف مزاج کے لیے اثبات مطلب مین کافی اور وافی ہین اور وہ کئی ہین۔

پہلی دلیل۔ اس مین شبہہ نہین ہی کہ جب کوئی انسان نیستی سے ہستی کے
میدان مین قدم رکھتا ہی تو وہ اپنے بچپنے کے زمانہ مین اپنی ضروریات کے بہم پہونچا
سے بالکل عاجز ہوتا ہی اور اُسکو ایک ایسے سرپرست اور مربی کی حاجت ہو
ہی جو اُسکی پوری پوری نگرانی کرتا رہے اور اُسکے لیے زندگی کے اسباب بہم پہو
رہے اور اُسکو سردی گرمی اور درندون کے گزند اور دیگر ضرر کی چیزون سے

له اور وہ پانچ بزرگوار ہین حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ
آلہ اور ہمارے حضرت ان سب بزرگوارون مین افضل و بہتر ہین جسکا تذکرہ آئندہ ہوگا انشاء اللہ تعالی

بچاتا رہے اب اگر ہر ایک انسان کے لیے ایک سرپرست کا موجود ہونا فرض کیا جائے تو اس سلسلہ کا غیر محدود ہونا لازم آئیگا جسکا باطل ہونا بہت واضح ہی لہذا اس سلسلہ کا ایسے شخص کی طرف منتہی ہونا ضروری ہوا جسکو اپنے زندہ اور باقی رہنے مین کسی دوسرے سرپرست اور مربی کی حاجت نہ ہو اور یہ کہ وہ اپنے تمام ضروریات کو خود انجام دے سکتا ہو۔

پس ابتداے خلقت مین ایک ایسے شخص کا موجود ہونا ضروری ہوا جو خدا کی طرف سے تعلیم یافتہ اور اپنے جملہ ضروریات کے فراہم کرنے اور دوسرون کی تربیت اور سرپرستی کرنے پر قادر ہو۔ اس تقدیر پر شخص مذکور مین چند وصفون کا اکٹھا ہونا لازم قرار پاتا ہی۔ **اول** اسکا کامل العقل و مکلف اور لوازم اطفال سے بری ہونا تاکہ اسکو اپنی زندگانی کرنے اور باقی رہنے مین کسی دوسرے سرپرست اور مربی کی حاجت نہ ہو۔

دوم اسکا خداوند عالم کی طرف سے اپنے اور دیگر اشخاص کی ضروریات پر مطلع و آگاہ ہونا تاکہ اسکو ضروری چیزون کے معلوم کرنے مین کسی دوسرے شخص کی طرف حاجت نہ ہو۔

سوم اسکا جملہ ضروریات کے بہم پہونچانے پر قادر ہونا تاکہ وہ اپنی ضروریات کے بہم پہونچانے مین کسی دوسرے شخص کا محتاج نہ ہو اور یہ مطلب ایسا بدیہی ہی کہ اسمین کسی عاقل کے لیے شبہہ نہین ہو سکتا۔

اور جو شخص کہ اوصاف مذکورۂ بالا کے ساتھ موصوف ہو اُسی کو نبی کہتے ہین پس ابتداے خلقت مین نبی کا موجود ہونا لازم ہوا۔

اسی لیے حکیم مطلق نے ابتدائے خلقت مین حضرت آدم کو نبی قرار دیا اور اُنکو اوصاف مذکورہ کے ساتھ متصف کیا جنکی وجہ سے نظم عالم درست ہوا۔

دوسری دلیل۔ عالم کی جملہ چیزون کا حادث ہونا اور اُنکا اپنے حادث اور پیدا ہونے مین صانع عالم کی طرف محتاج ہونا اور صانع عالم کا حکیم مطلق ہونا اور حکیم مطلق سے کسی عبث اور بیفائدہ کام کے صادر ہونے کا محال ہونا بہت سی قطعی دلیلون سے ثابت ہو چکا ہی اور اس مطلب کی رسالۂ التوحید والعدل مین بھی نہایت کافی طور سے شرح اور تفصیل ہو چکی ہی۔ پس اس عالم کے پیدا کرنے مین کسی حکمت کا موجود ہونا ہر حال ضروری ہوا ورنہ لازم آئیگا کہ حکیم مطلق نے اس عالم کو بیفائدہ اور عبث پیدا کیا ہو اور جو شخص کہ اس عالم کی خلقت پر ذرا سا غور کریگا اُسکو بدیہی طور سے معلوم ہو جائیگا کہ اُسکی خلقت کسی طرح عبث اور بیکار نہین ہو سکتی ورنہ لازم آئیگا کہ عالم کا پیدا کرنا ایسا لغو اور بیفائدہ کام ہو جسکی نظیر کسی ادنی سے ادنی کاریگر مین بھی موجود نہ ہو مثلاً اگر کوئی کمہار ہزارون برس کی مدت تک طرح طرح کے کوزے اور برتن بنائے اور بنا لینے کے بعد اُنکو بلا وجہ توڑتا جائے اور پھر نئے سرے سے برتنون کو بناتا جائے اور عبث عبث اُنکو توڑتا جائے تو لوگون کو اس کام کے عبث اور بیفائدہ ہونے مین کسی طرح کا شبہہ نہ ہوگا اور ہر ایک عاقل اُس (کمہار) کی مذمت کریگا۔ پس حکیم مطلق سے کیونکر ہو سکتا ہی کہ وہ نوع انسان کو پیدا کرے اور اُسکو اشرف المخلوقات کا گرانبہا خطاب عطا فرمائے اور اُسکو طرح طرح کی تکلیفون اور بلاؤن اور انواع و اقسام کی بیماریون اور زحمتون مین مبتلا کرے بعد ازان اُسکو ہلاک کرے اور پھر از سر نو اُسکو پیدا کرے اور عبث عبث ہلاک کرتا جائے۔

اس صورت میں معمولی عقل کا انسان بھی اس نتیجہ پر ضرور پہونچتا ہی کہ حکیم مطلق نے اس عالم کو عبث اور بیفائدہ پیدا نہین کیا بلکہ اُسکے پیدا کرنے مین کوئی اعلیٰ درجہ کی حکمت اور مصلحت ملحوظ ہی۔ اب اگر فرض کیا جائے کہ عالم کے پیدا کرنے مین جو اعلیٰ درجہ کی حکمت ہی اُس سے ضرر پہونچانا یا ایذا رسانی کرنا مراد ہی تو حکیم مطلق کا ظالم اور ستمگار ہونا لازم آئیگا حالانکہ اُسکی مقدس ذات کا ہر ایک قسم کی برائی سے منزہ اور پاک ہونا قطعی اور یقینی ہی جسکا رسالۂ العدل مین مفصل تذکرہ موجود ہی۔ اس تقدیر پر ضرور ہوا کہ اُس اعلیٰ درجہ کی حکمت سے نفع پہونچانا اور احسان کرنا مراد ہو۔ اب چونکہ ایسے شخص پر انعام و احسان کرنا قبیح ہی جو اُسکا مستحق نہ ہو اس لیے ضرور ہوا کہ احسان کرنا بھی اُس شخص کے ساتھ مخصوص ہو جو اُسکا مستحق ہی کیونکہ مستحق اور غیر مستحق کا احسان کرنے مین برابر کر دینا قبیح ہی جسکا خدا کی مقدس ذات سے صادر ہونا محال ہی۔

لیکن کسی شخص کا احسان و انعام کے لیے مستحق ہونا اُسی وقت معلوم ہو سکتا ہی جبکہ اُس سے خداوند عالم اپنے کسی حکم کے بجا لانے یا ترک کرنے کو متعلق کرے پس تا وقتیکہ خداوند عالم کا کوئی حکم اُسکے بندون سے متعلق نہ ہو گا اُس وقت تک اُن (بندون) کا مستحق یا غیر مستحق ہونا معلوم نہ ہو گا۔ اس صورت مین خداوند عالم کے حکمون کا بندون سے متعلق ہونا ضروری ہوا۔ اور ظاہر ہی کہ خداوند عالم کے حکمون پر اُس وقت تک اطلاع نہین ہو سکتی جب تک کہ کوئی شخص اُن (حکمون) کو بندون تک پہونچانیوالا فرض نہ کیا جائے۔ پس ایسے شخص کا موجود ہونا ضروری ہوا جو خدا کے حکمون کو بندون تک پہونچائے اور ایسے ہی شخص کو نبی اور رسول کہتے ہین۔ لہذا حکیم مطلق پر انبیاء کا مبعوث کرنا لازم ہوا

فرض کرو کہ اگر ولایت کے پارلیمنٹ مین کوئی قانون پاس ہوجائے تو ہندوستان کے باشندون پروہ (قانون) اُس وقت تک نافذ نہ ہوگا جبتک کہ حکام ہندوستان کے ذریعہ سے اُن تک پہونچ نہ جائے پس برا تشبیہ کارخانہ قدرت کو پارلیمنٹ کی جگہ اور بندون کو ہندوستان کے باشندون کی جگہ اور انبیاء کو حکام کی جگہ سمجھو جنکے ذریعہ سے پارلیمنٹ کے احکام ہندوستان کے باشندون تک پہونچتے ہین۔

دوسری لفظون مین اس مطلب کی شرح اس طرح ہوسکتی ہی کہ حکیم مطلق نے انسان کو عقل وشعور کا ایسا جوہر عطا فرمایا ہی جسکی وجہ سے اُسکو دیگر حیوانات سے امتیاز حاصل ہی اور یہ کہ وہ ہر طرح کے کمالات کو حاصل کرسکتا ہی۔

اب اگر خدا کی طرف سے باوجود عقل کے بھی اُسپر کسی قسم کی پابندی لازم نہ کی جائے تو لازم آئیگا کہ خدا نے اُسپر بہائم کی طرح ہر ایک بُرے کام کو مباح کردیا ہو اور یہ کہ خدا اُس سے شرک اور بت پرستی اور چوری اور زناکاری اور گالی گلوچ وغیرہ بُرے کامون کے اختیار کرنے اور توحید اور خداپرستی اور امانت داری اور دیگر اچھے کامون کے ترک کرنے پر راضی ہو لیکن ہر ایک معمولی عقل کا بھی آدمی اس امر کو تجویز نہین کرسکتا کہ حکیم مطلق باوجود اپنے کمال حکمت وقدرت کے ایسے امور پر راضی ہو۔ اور جبکہ حکیم مطلق کا بُری باتون کے اختیار کرنے اور اچھی باتون کے چھوڑنے پر راضی ہونا درست نہین ہی تو انسان کی تعلیم کے لیے خدا کی طرف سے ایسے شخص کا موجود ہونا لازم ہوا جو اُسکو اچھے کامون کے اختیار کرنے اور بُرے کامون کے ترک کرنے کی طرف ہدایت کرے اور جو شخص کہ خدا کی طرف سے لوگون کی ہدایت کے لیے مقرر ہو اُسی کو نبی ورسول کہتے ہین

اس مقام پر کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہی کہ انسان کو اچھے اور برے کامون کیطرف اسکی عقل ہدایت کر سکتی ہی پس جس کام کو کہ عقل اچھا کہتی ہی اسکو اختیار کرے اور جس کام کو کہ عقل برا کہتی ہی اسکو ترک کرے اس صورت مین نبی کی ضرورت نہین ہی

اس اعتراض کا جواب کئی وجہون سے ہو سکتا ہی **اول** یہ کہ عقل انسانی کے معلومات بہت ہی محدود ہین اور اسکو بہت سے کامون کی خوبی اور بھلائی یا بدی اور برائی پر اطلاع نہین ہو سکتی جیسے ماہ رمضان کے روزہ کا واجب ہونا اور عید کے روزہ کا حرام ہونا یا فلان عورت سے نکاح کا حرام ہونا اور فلان عورت سے نکاح کا جائز ہونا وغیرہ وغیرہ۔ پس ایسے امرون مین انسان کو اسکی عقل ہرگز ہدایت نہین کر سکتی۔ پس ایسے امرون مین انسان کا نبی کی طرف محتاج ہونا اور خود انسانی عقل کا انکی ہدایت کرنے مین کافی نہ ہونا بہت ظاہر ہی۔

دوم یہ کہ عقل کے ذریعہ سے جن امور پر اطلاع ہو سکتی ہی انپر بھی انسان کو عمل کرنا دشوار ہوتا ہے اس لیے کہ انسان مین جس طرح کہ عقل کا ایک جوہر موجود ہی اسی طرح نفسانی خواہشون کا لشکر بھی موجود ہی جو اسکو عقل کے معلومات پر عمل کرنے سے روکتا ہی اور ہر ایک برے کام کی طرف اسکو مائل کرتا ہی پس انسان کو عقل کے معلومات پر عمل کرنے مین بھی نبی کی طرف حاجت ہو گی اور اس مطلب کی تحصیل مین بھی محض عقل کافی نہو گی۔ اور اگر اس باب مین عقل انسان کافی ہوتی تو کوئی انسان کسی برے کام کو اختیار ہی نکرتا حالانکہ انسان کا بہت سی قبیح باتون اور بیہودہ حرکتون کو اختیار کرنا معلوم بلکہ محسوس ہی پس ایسی صورت مین ہدایت کے لیے عقل انسانی کے کافی ہونے کا خیال بالکل مہمل اور بے بنیاد ہو گا۔

دوم یہ کہ اگر ہدایت کے لیے محض عقل کا موجود ہونا کافی بھی فرض کر لیا جائے تب
بھی عقل کی تائید اور تاکید کے لیے نبی کا مقرر ہونا بہرحال خوب ہی اسلیے کہ نفسانی
خواہشون کے مقابلہ مین عقل انسانی کے مغلوب ہو جانے کا قوی اندیشہ ہی لہذا اُسکی
روک ٹوک کی غرض سے نبی کا مقرر کرنا اصلح اور خوبی کے ساتھ موصوف ہوگا۔ اور
حکیم مطلق کے لیے نبی کے مقرر کرنے سے کوئی امر مانع نہین ہی۔ اور جس شی کا مقرر ہونا
خوب ہو اور اُسکے بہم پہونچانے سے کوئی امر مانع نہو اُسکا خداوند عالم پر بمقتضاے
حکمت بہم پہونچانا لازم ہی پس نبی کا مقرر ہونا اس صورت مین بھی ضروری ہوگا۔

تیسری دلیل۔ یہ کہ عالم کی تمام چیزون کا حادث ہونا اور نیستی کے بعد پیدا ہونا
قطعی اور یقینی دلیلون سے ثابت ہو چکا ہی جو حق تعالی کے عالم اور قادر اور حکیم
مطلق ہونے پر دلالت کرتا ہی اور یہ کہ تمام مخلوقات اُسکی رعیت ہی اور وہ شہنشاہ ہی
اور تمام مخلوقات کو بلا تشبیہ اُسکی مقدس ذات سے وہی نسبت ہی جو کسی بادشاہ
عظیم الشان کو اپنی رعایا سے حاصل ہو سکتی ہی۔ پس جس طرح کہ بادشاہ کے حکمون کا
اُسکی رعایا تک پہونچنا کسی ایسے واسطہ اور سفیر کے مقرر ہونے پر موقوف ہوتا ہی جو
اُسکے حکمون پر مطلع ہو۔ اسی طرح خداوند عالم کے حکمون کا اُسکے بندون تک پہونچنا
بھی کسی ایسے واسطہ اور سفیر کے موجود ہونے پر موقوف ہوگا جو اُسکے حکمون پر
مطلع ہو اور جو شخص کہ خدا اور اُسکے بندون مین سفیر ہوتا ہی اُسی کو نبی کہتے ہین۔
پس نبی کا موجود ہونا ضروری ہوگا ورنہ خدا کی سلطنت اور حکومت کا انکار لازم
آئیگا جسکا بطلان بہت واضح ہی۔

چوتھی دلیل۔ یہ کہ عالم مین ہر ایک انسان اپنے موجود اور باقی رہنے

معقولیت[1] کے ساتھ بسر کرنے مین دوسرے انسان کا محتاج ہی اسلیے کہ کوئی انسان اپنی زندگانی کے جملہ ضروریات کو تنہا بہم نہین پہونچا سکتا - پس اس مطالب کے حاصل کرنے کی غرض سے انسانون کا باہم اکٹھا ہونا اور ہر ایک انسان کا ایک ایک ضرورت کے مہیا کرنے مین مصروف ہونا ضروری ہوا - اگر ایسا نہ ہوگا تو انسان کا زندہ رہنا دشوار ہو جائیگا - مثلاً اگر ایک ہی شخص اپنے لیے کھانا بھی تیار کرے اور وہی مکان بھی بنائے اور وہی لباس بھی مہیا کرے اور علی ہذا القیاس اپنی کُل ضروری چیزون کو خود ہی بہم پہونچائے تو اُسکا زندہ رہنا محال ہو جائیگا بلکہ عجب نہین کہ وہ اُن ضرورتون کے بہم پہونچانے ہی کے زمانہ مین ختم ہو جائے اور ضرورتین باقی رہجائین جسکی وجہ بہت ظاہر ہی ایسی صورت مین ہر ایک انسان کو دوسرے کی مدد کرنا اور ایک شخص کا دوسرے شخص سے معاملہ کرنا لازم ہوگا - اور چونکہ ہر ایک انسان کی طبیعت اپنے نفع حاصل کرنے اور دوسرے شخص کے ضرر پہونچانے کی طرف مائل ہی اسلیے باہمی معاملہ و میل جول کرنے مین ظلم و زیادتی کے پیش آنے کا قوی اندیشہ ہی پس ظلم کی روک تھام کے لیے کسی ایسے قانون کا موجود ہونا لازم ہوگا جو ہر ایک کو ظلم کرنے سے باز رکھے اور اُسکی پابندی کے ضروری ہونے پر ہر ایک شخص مجبور ہو جائے ایسی صورت مین قانون مذکور کا خدا کی طرف سے مقرر ہونا ضروری ہوگا اس لیے کہ بندون کا بنایا ہوا قانون اُنکو ظلم و زیادتی سے باز نہین رکھ سکتا جسکی وجہ بہت

[1] اس عبارت مین معقولیت کی قید کا یہ فائدہ ہی کہ انسان کا بہائم کی طرح بسر کرنا دوسرے طریقون سے بھی ممکن ہی اور اگر ایسا نہ ہو تو حکیم مطلق پر یہ اعتراض لازم آئیگا کہ ایسی زندگی کے لیے عقل عطا کرنے کی حاجت نہ تھی پس عقل کا عطا کرنا اس امر کو ضرور بتلاتا ہے کہ خداوند عالم کو انسان کا بہائم کی طرح زندگی بسر کرنا ہرگز مطلوب نہین ہی ۱۲

واضح ہی- اس تقدیر پر ایسے شخص کے موجود ہونے کی ضرورت ہوئی جو اس خدائی قانون کو بندون تک پہونچائے اور اُسکے ذریعہ سے بندون کو ظلم و زیادتی سے باز رکھے-
اب اگر قانون کے لانے والے مین کوئی ایسی خاص علامت نہ فرض کی جائے جو اُسکے راستگو ہونے پر دلالت کرے تو ہر ایک شخص کے لیے ایک ایک قانون کا پیش کرنا اور اُسکے خدائی قانون ہونے کا مدعی ہونا ممکن اور تمام لوگون کا کسی ایک قانون پر مجتمع ہونا محال ہوگا اور ظلم و زیادتی کی روک تھام جو اُسکی اصلی غرض تھی حاصل نہوگی فرض کرو کہ اگر کسی بادشاہ کی رعایا مین سے ہر ایک شخص مدعی ہو کہ بادشاہی قانون میرے پاس موجود ہی اور اُن مین سے کسی ایک کے پاس بھی بادشاہ کی عطا کی ہوئی کوئی علامت موجود نہ ہو تو اُن مین کوئی قانون بھی عملدرآمد کے قابل نہوگا بلکہ اگر کوئی شخص بے سمجھے بوجھے اُمین سے کسی ایک قانون کو شاہی قانون قرار دیگا تو بادشاہ کی طرف سے عتاب کا مستحق ہوگا- پس خدائی قانون کے لانے والے شخص کے پاس کسی ایسی علامت کا موجود ہونا ضروری ہی جو اُسکے راستگو ہونے پر دلالت کرے اور یہ کہ جو اُسکو باقی اشخاص سے ممتاز کردے- پس ایسے شخص کو نبی اور اُسکی علامت کو معجزہ کہتے ہین- پس نظم عالم کے باقی اور محفوظ رہنے کے لیے خدا کی طرف سے نبی کا مقرر ہونا ضروری ہوگا-

اس مقام پر کوئی شخص یہ اعتراض کرسکتا ہی کہ نظم عالم کے باقی رہنے کے لیے زمانہ کے بادشاہون کا رعب اور دہشت اور قانون کی پابندی اور بدمعاشون کی روک ٹوک کی تدبیرین اور چوکیدارو نکے چوکی پہرے اور پولیس کی رونڈ (گشت) کافی ہی- اور کسی نبی کے موجود ہونے کی ضرورت نہین ہی-

اس اعتراض کا جواب یہ ہی کہ دنیا کے بادشاہون کی کئی قسمین ہو سکتی ہین پہلی قسم یہ کہ بادشاہ ایسی شوکت اور قوت رکھتا ہو جسکے بعد اُسکو رعیت کی طرف سے کسی قسم کا خوف وخطر باقی نہ رہے اور باوجود اسکے آخرت کا بھی اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ اس صورت مین نظم عالم کے باقی رہنے اور ظلم وزیادتی کے برطرف ہونے کا خیال جیسا رکیک اور فاسد قرار پاتا ہی اُسکے بیان کرنے کی ضرورت نہین اس لیے کہ اس صورت مین اگرچہ رعیت کی طرف سے امن وامان قائم رہنا متوہم ہو سکتا ہی مگر بادشاہ کی طرف سے جسقدر بھی ظلم وزیادتی نہ ہو وہ کم ہی اسلیے کہ بادشاہ مین نفسانی خواہشون کا موجود ہونا فرض کیا گیا ہی جو اُسکو رعیت کے ظلم کرنے پر آمادہ کرتی رہینگی اور کسی قسم کے دنیوی یا اخروی خوف کا موجود نہونا فرض کیا گیا ہی جو اُسکو ظلم وزیادتی سے روکتا رہتا۔ پس جبکہ ظلم وزیادتی کے اسباب موجود ہون اور نیز کوئی امر اُس سے مانع نہو تو اُسکا واقع ہونا ضروری ہی پس اس صورت مین نظم عالم کا باقی نہ رہنا اور تمام رعیت پر ظلم و زیادتی کا واقع ہونا ضروری ہوگا جسکی روک تھام کے لیے کسی نبی کا موجود ہونا لازم ہوگیا ہی پس محض بادشاہ کا موجود ہونا اس مطلب کے لیے کسی طرح کافی نہ ہوگا۔

دوسری قسم یہ کہ بادشاہ کو اگرچہ اپنی رعیت کی طرف سے کسی قسم کا خوف وخطر نہ ہو لکن آخرت کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اس صورت مین بادشاہ کو اپنی رعیت پر تسلط نہوگا اسلیے کہ رعیت پر ظلم وزیادتی کے ساتھ تسلط حاصل کرنے سے اُسکو آخرت کا اعتقاد مانع ہوگا اور اپنی رعیت کو ظلم وزیادتی سے روک نہ سکیگا۔ اب اگر بدون ظلم وزیادتی کے اُسکا اپنی رعیت کو روک لینا فرض کیاجائے تو اُسکا نبی ہونا ضروری ہوگا اس لیے کہ ہر ایک امر کو عدالت کے ساتھ انجام دینا اُسی وقت ممکن ہوگا جبکہ اُسکو ہر ایک امر کی واقعی

حدود پر اطلاع حاصل ہو - اور جس شخص کے لیے اس قسم کی اطلاع فرض کی جائے تو
وہ ضرور نبی ہوگا پس نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ انتظام عالم کی درستی
کے لیے نبی کا موجود ہونا نہایت ضروری ہی-

تیسری قسم یہ کہ بادشاہ کو اپنی رعیت سے صرف خوف وخطر ہو اور آخرت کا اعتقاد
نہ رکھتا ہو اس صورت مین بھی بادشاہ کو رعیت پر تسلط نہ ہوگا اور خود بادشاہ اور رعیت
دونون سے ایسے افعال سرزد ہونگے جو ہر ایک عاقل کے نزدیک اعتدال سے
خارج ہونگے جسکی وجہ خود ہی ظاہر ہی - پس ایسے ناشائستہ افعال سے روکنے کے لیے
ایک نبی کے موجود ہونے کی ضرورت ہو گی جو اُنکو حدود اعتدال پر قائم رہنے کی
ہدایت کرے اور حکیم مطلق کا اُن سب کو گمراہی کی حالت پر باقی رہنے دینا درست نہ ہوگا

چوتھی قسم یہ کہ بادشاہ کو اپنی رعیت کا خوف ہو اور آخرت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو
اس صورت مین بادشاہ کو رعیت پر تسلط نہ ہوگا اور اُسکی رعیت ایسے ناشائستہ افعال
کی مرتکب ہو گی جسکو کوئی عاقل پسند نہین کر سکتا بلکہ اُنکی اور بہائم کی یکسان حالت
ہو گی - اور اس صورت مین رعیت کے لیے ظلم و زیادتی اور بہائم کی حرکتون کا بہم
پہونچانا اظہر من الشمس ہوگا علی الخصوص جبکہ اُنکے لیے بھی آخرت کا اعتقاد حاصل
نہ ہونا فرض کر لیا جائے کہ ایسی حالت مین جو ناشائستہ افعال اُنسے سرزد ہون وہ
کم ہونگے - بہرحال نظم عالم کے لیے ایک نبی کا موجود ہونا ایسا ضروری امر ہی جسکو
ہر ایک معمولی عقل کا آدمی بھی ادنی غور کے بعد بخوبی سمجھ سکتا ہی-

اعتراض - نظم عالم کی درستی کے لیے اسی قدر کافی ہی کہ لوگون کو باہمی حقوق کے
حاصل ہونے کا پورا پورا علم ہو اب جو کہ لوگون پر حالت [illegible]

وہ باہمی حقوق کی رعایت نہین کرتے - اگر ہر ایک شخص کے لیے باہمی حقوق کا علم حاصل ہونا فرض کر لیا جائے تو زمانہ مین فساد بالکل نہ رہے اور عالم کا انتظام پورے طور سے قائم ہو جائے - ایسی صورت مین نظم عالم کے لیے کسی نبی کے موجود ہونیکی ضرورت نہوگی اس شبہہ کے کئی جواب ہو سکتے ہین **اول** یہ خود محال معلوم ہوتا ہی کہ لوگون کے لیے باہمی حقوق کا پورا پورا علم حاصل ہو جائے اس لیے کہ انسانی عقل ان امور کے دریافت کرنے سے خود عاجز ہی اور یہ کہ اُسکو علمی حقائق پر خود بخود ہرگز اطلاع نہین ہو سکتی کیونکہ انسانی عقل کے معلومات بالکل محدود ہین جیساکہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین مگر مثال کے لیے ہم فقط ایک سوال کرتے ہین کہ ایک عزیز کا دوسرے عزیز کے مال ہین اُسکے مرنے کے بعد کوئی حق ثابت ہوتا ہی یا نہین اگر ثابت ہوتا ہی تو اُسکی مقدار کیا ہی اور اُس مقدار کا کون سے عزیز کو استحقاق ہوتا ہی اور کون سے عزیز کو اُسکا استحقاق نہین ہوتا - اور یہ کہ وہ استحقاق فقط منقولات مین ثابت ہوتا ہی یا کیا - اور کن کن تفاصیل سے - علی ہذا القیاس یہ ایسے سوالات ہین جنکا معقول اور صحیح جواب انسانی عقل کے امکان سے باہر ہی - پس جبکہ انسانی عقل کی فقط ایک مسئلہ کے اندر یہ حالت ہی تو اُس سے جملہ باہمی حقوق کے دریافت کر لینے کی کیا امید ہو سکتی ہی -

اور اگر بفرض محال ہم تسلیم بھی کر لین کہ انسانی عقل باہمی حقوق کی تفاصیل پر خود بخود مطلع ہو سکتی ہی اور یہ کہ اُسکو اُنکے دریافت کرنے مین کسی دوسرے شخص کی طرف حاجت نہین ہوتی تب بھی ہم کہینگے کہ فقط حقوق کا دریافت کر لینا نظم عالم کے لیے مفید نہین ہو سکتا تا وقتیکہ اُنپر عملدرآمد کا کوئی طریقہ فرض نہ کیا جائیگا - لکن عقل کے لیے اپنے معلومات پر عمل کرنے کا کوئی معقول طریقہ ہرگز موجود نہین ہی - اس لیے کہ

انسان مین جہان عقل کا لطیف جوہر موجود ہی اُسی کے ساتھ ساتھ نفسانی خواہشون کا انبوہ (بھیڑ) بھی موجود ہی۔ جو انسان کی عقل کو اپنی قوت اور توانائی سے ہمیشہ مغلوب رکھتا ہی پس اگر عقل نے کسی حق کو دریافت بھی کر لیا مگر نفسانی خواہشون نے اُسپر عمل نہ ہونے دیا تو محض عقل کے دریافت کرنے کا کوئی معقول نتیجہ پیدا نہو گا تا وقتیکہ نفسانی خواہشون کی روک تھام کی کوئی پوری پوری تدبیر نہ کر دی جائے۔ ایسی صورت مین ہم کو مجبوراً کسی ایسے شخص کے ضرور موجود ہونے کا اقرار کرنا پڑتا ہی جو عقلی معلومات پر عمل کرنے کا طریقہ اور نفسانی خواہشون کے روکنے کی کوئی معقول تدبیر بتائے اور ایسے ہی شخص کو نبی کہتے ہین۔

پس ہماری اس تقریر سے بھی نبی کے موجود ہونے کی دو وجہین مستفاد ہوئین **اول** یہ کہ اُسکے ذریعہ سے باہمی حقوق کی تفصیل اور ہر ایک حق کے اعتدال و رکمی اور زیادتی کی مقدار معلوم ہو۔

دوم یہ کہ اُسکے ذریعہ سے نفسانی خواہشون کی شوکت مین اعتدال پیدا ہو اور عقل کی معلومات پر عمل کرنے کے صحیح طریقے دریافت ہون۔ پس خدا کی طرف سے نبی کا موجود ہونا ضروری ہوا۔

اعتراض۔ اگر دنیا مین نبی کے موجود ہونے سے نفسانی خواہشون کی روک تھام ہو سکتی تو پھر دنیا مین کوئی مفسدہ نہ ہوتا اس لیے کہ آپ کے نزدیک ہر زمانہ مین نبی موجود رہا ہی حالانکہ یہ امر تاریخی واقعات اور مشاہدہ کے خلاف ہی۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دنیا مین جسقدر فائدہ ہوتا ہی وہ محض عقل کے ذریعہ سے ہوتا ہی۔ اور نبی کے موجود ہونے کو اس بارہ مین کوئی دخل نہین ہی۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہی کہ ہمارے نزدیک خداوند عالم کی طرف سے نبی کا موجود ہونا لازم ہی تاکہ خدائی کارخانہ پر اعتراض کا موقع نہ رہے اور اُسکی طرف سے حجت تمام ہو جائے اور ہماری یہ غرض نہین ہی کہ نبی کے موجود ہونے سے آدمی اپنے اختیاری کامون مین مجبور ہو جائے۔ حالانکہ نبی کے ذریعہ سے انسان مین جو صلاحیت پیدا ہوتی ہی اور اُسکو جرائم پر اقدام کرنے سے مانع ہوتی ہی وہ کسی طرح قابل انکار نہین ہی اسلیئے کہ انسان کو اپنے جرمون پر نبی کی بتائی ہوئی سزاؤن کا خوف ہوتا ہی اور آخرت کے بتائے ہوئے عذاب سے ڈرتا ہی اس لیے کہ اُسکے امور کی بہت کچھ اصلاح بھی ہوتی ہی اور ان بدیہی باتون کا انکار کرنا بالکل ہٹ دھرمی ہی۔

پانچوین دلیل - ارباب اخلاق بلکہ تمام عقلاء نے اس امر پر اتفاق کیا ہی کہ اصول فضائل چار چیزین ہین جن سے تمام فضیلتین نکلتی اور پیدا ہوتی ہین عفت[۱] شجاعت[۲] حکمت۔ پس جبکہ قوت بہیمیہ کا جسکے ذریعہ سے انسان اپنے نفع اور فائدے کی چیزون کو حاصل کرتا ہی بطور عادت اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہی تو اُس سے عفت کی صفت حاصل ہوتی ہی اور جبکہ اُس (قوت بہیمیہ) کا ایسے عنوان کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہی جو حد اعتدال سے خارج ہو تو اُس سے خمود (افسردگی) اور شرہ (حرص) کی صفت پیدا ہوتی ہی جو رذائل مین داخل ہی۔

اور جبکہ قوت غضبیہ کا جسکے ذریعہ سے انسان اپنے ضرر سے احتراز کرتا ہی بطور عادت اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ استعمال کرتا ہی تو اُس سے شجاعت کی صفت حاصل ہوتی ہی اور جبکہ اُس (قوت غضبیہ) کا ایسے عنوان سے استعمال کیا جاتا ہی جو حد اعتدال سے خارج ہو تو اُس سے جبن اور تہور کی صفت پیدا ہوتی ہی جو صفت رذیلہ ہی

اسی طرح جبکہ قوت ادراک واحساس کا جسکے ذریعہ سے انسان اپنے نفع یا ضرر کی چیزون کو دریافت کرتا ہے اعتدال ومیانہ روی کے ساتھ استعمال کرتا ہے تو اُس سے حکمت کی صفت حاصل ہوتی ہی اور جبکہ اُسکا ایسے عنوان پر استعمال کیا جاتا ہی جو حد اعتدال سے خارج ہو تو اُس سے سفاہت (بلاہت) اور جربزہ (قوت فکریہ کو بیہودہ اور عبث صرف کرنا) کی صفت حاصل ہوتی ہی جو صفت رذیلہ ہی۔

اور جبکہ انسان کو ہر ایک قوت کی حد اعتدال مین صرف کرنے کی عادت ہو جاتی ہی تو اسی حالت کو عدالت کہنے لگتے ہین۔ پس فقط مذکورۂ بالا تینون صفتین عدالت مین داخل ہین اور باقی تمام صفتین اُس (عدالت) سے خارج ہین۔ اس تقریر سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہی کہ کسی قوت کا حد اعتدال کے اندر صرف کرنا انسان کے ساتھ مخصوص ہی اور حد اعتدال سے خارج ہونے مین جملہ حیوانات بھی اُسکے شریک ہین۔ پس انسان کے انسان بننے مین حد اعتدال کا بہم پہونچانا ضروری ہوگا ورنہ انسان کو باقی حیوانون سے کسی قسم کا امتیاز حاصل نہ ہوگا۔ اس تقدیر پر مذکورۂ بالا تینون صفتون کے حاصل کرنے مین حد اعتدال کی مقدار پہچاننا ضروری ہوا اسلیے کہ جب تک انسان کو حد اعتدال کی مقدار معلوم نہ ہوگی اُسوقت تک فضیلت کا رذیلت سے ممتاز اور اختیار کرنا محال ہوگا لکن انسانی عقل کا حد اعتدال کی مقدار کے پہچاننے سے عاجز ہونا ایسا بدیہی امر ہی جس مین کسی قسم کا شبہہ نہین ہوسکتا ایسی صورت مین ایسے شخص کا موجود ہونا ضروری ہوا جو حد اعتدال کی مقدار کو بیان کرے تاکہ فضائل کا رذائل سے ممتاز کرنا ممکن ہو اور جو شخص کہ ہر ایک فضیلت کی مقدار اور حد اعتدال کی معرفت رکھتا ہو اُسی کو نبی کہتے ہین۔ پس حکمت مطلقہ کی طرف سے نبی کا

مقرر ہونا ضروری ہوا جو انسان کو فضائل و کمالات کی تعلیم کرے اور یہ کہ اُسکو حیوانیت کے مرتبہ سے خارج ہو کر انسانیت کے مرتبہ پر پہونچ جانے کے طریقے بتائے۔

چھٹی دلیل - یہ امر بالکل بدیہی ہی کہ ہمارا نیستی سے ہستی مین آنا اور ہمارے لیے عقل و شعور کی قوت اور حواس اور طرح طرح کی لذتون کا حاصل ہونا وغیرہ ایسی ایسی گرانبہا اور نفیس نعمتین ہین جنکو ہم نے پیدا نہین کیا بلکہ اُنکے پیدا کرنے والے اور ہم کو عطا کرنے والے حکیم مطلق کی مقدس ذات ہی۔ کیونکہ جو چیز نیستی کے بعد ہستی مین آتی ہی اُسکے لیے کسی ایسے پیدا کرنے والے کا موجود ہونا عقل کے نزدیک لازمی ہی جو حکیم مطلق اور واجب بالذات ہو۔ ان سب باتون کے بعد ہم کو غور کرنا چاہیے کہ جب حکیم مطلق نے ہم کو یہ نعمتین عطا کی ہین اُسکے احسان کا شکریہ ادا کرنا لازم ہی یا نہین۔ اس مین شبہہ نہین کہ احسان کا شکریہ ادا کرنا نہایت ضروری ہی ورنہ ہم کو اپنے محسن کی طرف سے قوی اندیشہ ہو گا کہ وہ کفران نعمت کے عوض ہم سے ناراض ہو اور ہمارے لیے کسی قسم کی سزا تجویز کرے۔ اور جبکہ شکریہ کا ادا کرنا ضروری ہوا تو یہ بھی ضرور ہوا کہ ہم کو شکرگزاری کا وہ طریقہ معلوم ہو جو اُسکی شان کے موافق ہو۔ اور اس مین شبہہ نہین ہی کہ ہماری ناقص عقلین اگرچہ شکرگزاری کو لازم اور نہایت ضروری قرار دیتے ہین لیکن باوجود اسکے وہ شکرگزاری کے طریقون کو ہرگز نہین پہچان سکتین بلکہ وہ اس مطلب سے بالکل ناواقف ہین اور اگر تھوڑی دیر کے لیے مان لیا جائے کہ انسانی عقلین شکرگزاری کے لیے بعض طریقون کو بھی خود ہی مقرر کر سکتی ہین تو یہ سوال پیدا ہو گا جن طریقون سے شکرگزاری تجویز کی جائیگی کہ اُن طریقون کو بھی ہم کو اپنی عقل اور حواس اور اعضا و جوارح کے صرف کرنے کی ضرورت ہو گی اور چونکہ یہ چیزین حکیم مطلق

کی ملک ہین لہذا اُن مین تصرف کرنا بھی بدون اُسکی اجازت اور خوشی کے صحیح نہ ہوگا۔
اب ہم کو خواہ مخواہ ایسے شخص کے موجود ہونے کی ضرورت محسوس ہوتی ہی جو ہم کو شکرگزاری
کے طریقے بتائے اور اُن طریقون پر عمل کرنے مین حکیم مطلق کی اجازت اور خوشی حاصل
ہونے کی خبر دے اور جو شخص کہ ہم کو شکرگزاری کے طریقے اور عمل کرنے مین اُسکی اجازت
کے حاصل ہونے کو بتا سکتا ہی وہی نبی ہی۔ پس حکیم مطلق کی طرف سے ایک نبی کا موجود
ہونا ضروری ہوگا۔

ساتوین دلیل۔ انسان مین سہو اور غفلت کا مادہ اور نفسانی خواہشون کی قوتین
موجود ہین جنکی وجہ سے ضروری امرون کے متروک ہونے اور قبیح باتون کے صادر ہونے
کا ہر دم قوی اندیشہ ہی اب اگر انسان کی سہو و غفلت اور نفسانی خواہشون کی روک تھام
کے لیے حکیم مطلق کی طرف سے کوئی طریقہ مقرر نہ ہو تو اُس (حکیم مطلق) کا ضروری امرون
کے متروک ہونے اور قبیح باتون کے صادر ہونے پر راضی ہونا لازم آئیگا جسکا باطل
ہونا ضروری ہی۔ اس تقدیر پر حکیم مطلق کی طرف سے نبی کا مقرر ہونا لازم ہوگا جو انسان
کو خواب غفلت سے چونکاتا اور نفسانی خواہشون سے روکتا رہے۔

آٹھوین دلیل۔ اگرچہ ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ انسانی عقل کو ایمان لانے اور
نیک کامون کے بجالانے کی بھلائی اور کفر کے اختیار کرنے اور بد کامون کے مرتکب ہونے
کی برائی خود معلوم ہو سکتی ہی لیکن اس امر کو کسی طرح تسلیم نہین کر سکتے کہ اُسکو آخری کے
دائمی ثواب یا عذاب پر بھی خود بخود اطلاع ہو سکتی ہی پس اگر حکیم مطلق کی طرف سے
بعض کامون پر آخری کے دائمی ثواب اور بعض کامون پر آخری کے ابدی عذاب کے
معلوم ہونے کا کوئی طریقہ مقرر نہ ہو تو انسان کے لیے بُری باتون کے بجالانے اور اچھی

باتون کے ترک کرنے سے کوئی امر بھی مانع نہ ہوگا اور یہ کہ وہ ہمیشہ دنیا کی فانی لذتون کے حاصل کرنے مین مصروف رہیگا اسلیے کہ اُنکا نفع موجود ہی اور ضرر کا کوئی پہلو اُنکی نظر مین نہین ہی۔ تپس ثابت ہوا کہ حکیم مطلق پر دائمی ثواب اور ابدی عذاب کے بیان کرنے کی غرض سے کسی شخص کا مقرر کرنا لازم ہی اور ایسے ہی شخص کو ہم نبی کہتے ہین پس خدا کی طرف سے نبی کا مقرر ہونا ضروری ہوگا۔

نوین دلیل کبھی انسان کو کسی بری بات کے اچھی ہونے کا اور کسی اچھی بات کے بُری ہونے کا یقین ہو جاتا ہی اور اسی بنیاد پر وہ برے کام کو اچھا سمجھکر اختیار کر لیتا ہی اور اچھے کام کو بُرا سمجھکر ترک کر دیتا ہی پس اگر حکیم مطلق کی طرف سے کسی ایسے شخص کا مقرر ہونا فرض نہ کیا جائے جو انسان کو واقعی باتون پر آگاہ کرے تو لازم آئیگا کہ حکیم مطلق انسان کے گمراہ ہونے اور بُرے کام کے صادر ہونے پر راضی رہے۔ اس صورت مین کسی ایسے شخص کا حکیم مطلق کی طرف سے مقرر ہونا ضروری ہوا جو انسان کو اُسکی غلطیون پر متنبہ اور صحیح باتون کی طرف ہدایت کرے اور ایسے ہی شخص کو ہم نبی کہتے ہین پس حکیم مطلق کی طرف سے نبی کا مقرر ہونا ضروری ہوگا۔

دسوین دلیل۔ یہ کہ عالم کی بعض چیزون کا انسان وغیرہ کے لیے مفید ہونا اور بعض چیزون کا مضر ہونا ہر شخص کو معلوم ہی۔ ایسی صورت مین مفید چیزون کا مضر چیزون سے ممتاز ہونا ضروری ہی تاکہ مفید چیزون کا استعمال کیا جائے اور مضر چیزون سے احتراز کیا جائے اب اگر مفید اور مضر چیزون کے پہچاننے مین تجربہ پر بنا کی جائے تو کئی قباحتین لازم آئینگی **اول** یہ کہ تجربہ سے اس مطلب کا زمانہ دراز کے بعد پہچاننا ممکن ہوگا جسکی وجہ سے ضرورت کے فوت ہونے کا قوی اندیشہ ہوگا **دوم** یہ کہ کبھی تجربہ مین انسان یا کسی

دوسرے حیوان کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہوگا **سوم** یہ کہ کبھی تجربہ مین ضرر کے بڑھجانے کا اندیشہ ہوگا **چہارم** یہ کہ کبھی تجربہ مین ضرر اور نقصان کے پیش آجانے کا اندیشہ ہوگا۔ اس صورت مین حکیم مطلق کی طرف سے کسی ایسے شخص کا مقرر ہونا ضروری ہوگا جو انسان کو نفع وضرر کی چیزین تعلیم کرے اور ایسے ہی شخص کو نبی کہتے ہین لہذا حکیم مطلق کی طرف سے نبی کا مقرر ہونا ضروری ہوگا۔ اسی طرح انسان کو بہت سی صنعتون اور آلون کی حاجت ہوتی ہی جنکے بغیر اُسکا زندہ رہنا یا آرام سے بسر کرنا دشوار ہوتا ہی جیسے کسی مکان کا بنانا۔ کتابت کرنا۔ کپڑے کا سینا۔ زرہ بننا زراعت کرنا وغیرہ اور ظاہر ہی کہ انسان ان صنعتون کو خود بخود نہین سمجھ سکتا لہذا حکیم مطلق کی طرف سے اُنکی تعلیم کا بندوبست ہونا ضروری ہوگا جو بغیر نبی کے ممکن نہین ہی۔ اس مقام پر یہ توہم ہو سکتا ہی کہ صنعتون کی تعلیم کے لیے نبی کے مقرر ہونے کی ضرورت نہین ہی روزمرہ ہزارون طرح کے صنائع ور بدائع ایجاد ہوتی ہین جیسے ریل گاڑی۔ تار برقی۔ دخانی جہاز یا ہوائی جہاز۔ طرح طرح کے آلات۔ اب اگر ہر ایک کاریگر کے نبی ہونے کو تسلیم کرلین تو یورپ کے ہزارون صناعون کا نبی ہونا لازم آئیگا اور یہ امر خلاف واقع ہی۔ اس توہم کا جواب یہ ہی کہ ہمارے کلام مین صنعتون سے وہ صنعتین اور آلے مراد ہین جنکے بغیر آدمی کا زندہ رہنا یا آرام کے ساتھ بسر کرنا دشوار ہو۔ اور ظاہر ہی کہ ابتداے خلقت مین کوئی شخص ضروری صنعتون اور آلون کو خود بخود نہین سمجھ سکتا یا بہم پہونچا سکتا تھا بلکہ اُنکے حاصل کرنے مین آسمانی تعلیم کی حاجت تھی البتہ جبکہ اُن ضروری صنعتون کی طرف سے اطمینان ہوگیا جو اُنکی زندگی یا راحت کے ساتھ بسر کرنے کے لیے کافی تھین تو رفتہ رفتہ دیگر صنائع اور بدائع بھی ایجاد ہوتے رہے مگر ظاہر ہی کہ اُن صنعتون پر انسان کا زندہ رہنا یا آرام کے ساتھ بسر کرنا

موقوف نہین ہی بلکہ اُنکے ذریعہ سے دیگر منفعتون کا اکتساب ہو سکتا ہی۔

اس مطلب کی فی الجملہ شرح اس طرح ہو سکتی ہی کہ اگر آجکل کے جملہ کاریگر اور تمام موجودہ صنعتین بالکل معدوم ہو جائین اور نئی خلقت از سر نو پیدا ہو تو اُنکو اپنے زندہ رہنے یا آرام کے ساتھ بسر کرنے مین ضرور ایسے شخص کی حاجت ہوگی جو اُنکے لیے ضروری صنعتون کی تعلیم دیوے اور ظاہر ہی کہ یہ ضرورت نئی خلقت کے کسی آدمی کے ذریعہ سے بھی برطرف نہین ہو سکتی اسلیے کہ اُن سب کا نادان اور انجان ہونا فرض کیا گیا ہی۔ ایسی صورت مین ایسے شخص کا حکیم مطلق کی طرف سے مقرر ہونا ضروری ہوگا جو اُسکی طرف سے تعلیم یافتہ ہو اور اُسکو ضروری صنعتون اور آلون کی معرفت حاصل ہو پس جو شخص کہ اوصاف مذکورہ کے ساتھ موصوف ہو اُسی کو ہم نبی کہتے ہین۔ پس حکیم مطلق کی طرف سے نبی کا مقرر ہونا ضروری ہوگا۔

نبوت کے ثبوت مین ایک نہایت مختصر تقریر یہ ہو سکتی ہی کہ نبی کے مقرر ہونے مین بہت سے فائدے ہین جن مین سے بعض کا تذکرہ ہو چکا اور اُس مین کسی قسم کا ضرر نہین ہی اور جس امر کے بجا لانے مین بہت سے فائدے ہون اور کسی قسم کا ضرر نہو اُسکا بجا لانا حکیم مطلق پر لازم ہی۔ پس اُسکی طرف سے نبی کا مقرر ہونا ضروری ہوگا۔

گیارھوین دلیل۔ یہ کہ نبی کا مقرر ہونا لطف ہی اور لطف کا حکیم مطلق پر بمقتضائے حکمت واجب ہونا ثابت ہی۔ جسکی العدل کے دوسرے حصہ مین تفصیل سے شرح ہو چکی ہی پس حکیم مطلق پر نبی کا مقرر کرنا واجب ہوگا۔

اس مطلب کی فی الجملہ شرح یہ ہی کہ اگرچہ کامون کی بھلائی یا بُرائی کا عقلی ہونا اور کسی فعل کی ذات کا خوبی یا بدی سے خالی نہ ہونا معلوم ہو چکا ہی۔ لکن ہر ایک کام کی اصلی خوبی یا برائی کو

انسانی عقل کا دریافت کر لینا ضروری نہین ہی- اس صورت مین عقل انسانی کے معلومات کی دو قسمین ہوتی ہین- پہلی قسم وہ ہی جس مین عقل کو کامون کی ذاتی بھلائی یا برائی معلوم ہو جاتی ہی جیسے احسان کا خوب اور ظلم کا بد ہونا-

دوسری قسم وہ ہی جس مین عقل کو کامون کی ذاتی بھلائی یا برائی معلوم نہین ہوتی جیسے صبح کی نماز کا دو رکعت اور مغرب کی نماز کا تین رکعت ہونا یا ماہ رمضان کا روزہ واجب اور عید کے روزہ کا حرام ہونا وغیرہ- پس پہلی قسم مین نبی کے مقرر ہونے کی اسلیے ضرورت ہی کہ وہ انسان کو عقلی معلومات پر عمل کرنے کی ہدایت کرے اور انپر عمل نہ کرنے سے باز رکھے کیونکہ انسان کو اُسکے معلومات پر عمل کرنے سے نفسانی خواہشین روکتی ہین بلکہ مقتضائے عقل پر وہ غالب آجاتی ہین اسی وجہ سے عالم مین ظلم و زیادتی بہت زائد اور نیکی و احسان بہت کم ہوتا ہی پس جبکہ نبی کے ہدایت کرنے سے عقل کے معلومات کی تاکید اور تائید ہوگی تو انسان کو اپنے معلومات پر عمل کرنے مین آسانی اور نفسانی خواہشون کے چھوڑنے مین سہولت ہوگی اور اسی کو لطف مقرب کہتے ہین جو انسان کو طاعت سے قریب اور گناہ سے بعید کرتا ہی اور یہ کہ اُسکی وجہ سے اچھے کامون کے بجالانے اور بُرے کامون کے ترک کرنے مین آسانی ہوتی ہی- اور دوسری قسم مین نبی کے مقرر ہونے کی ضرورت بہت ظاہر ہی اس لیے کہ اچھی باتون پر عمل کرنا اور بُری باتون کا چھوڑنا اسیوقت ممکن ہی جبکہ انسان اُنکو جانتا ہو اور اُنکا معلوم ہونا نبی کے بیان کرنے پر موقوف ہی اور اسی کو لطف ممکن کہتے ہین جسکی وجہ سے انسان کے لیے طاعت کا بجالانا اور گناہ کا ترک کرنا ممکن ہوتا ہی اور یہ کہ بدون اُسکے اچھے کامون کا اختیار کرنا اور بُرے کامونکا چھوڑنا محال ہوتا ہی اور چونکہ لطف کا حکیم مطلق پر واجب ہونا ثابت ہو چکا ہی اس لیے اُسپر

نبی کا مقرر کرنا بہر حال ضروری ہوگا۔

بارھوین دلیل - یہ کہ صانع عالم کا اچھے کامون سے راضی ہونا اور بُری باتون سے ناراض ہونا اور جسم و جسمانیات سے منزہ ہونا اور یہ کہ وہ محسوس ہونے اور معاشرت کرنے اور ہم کلام ہونے سے بری ہی - یہ ایسی قطعی اور یقینی دلیلون سے ثابت ہی جس مین کسی عاقل کے لیے چون وچرا کرنے کی گنجائش نہین ہی - اور ظاہر ہی کہ انسانی عقل کے معلومات بالکل محدود ہین - اور اُسکو ہر ایک کام کی واقعی خوبی اور بھلائی یا واقعی بدی اور بُرائی پر خود بخود اطلاع نہین ہوسکتی - اور تا وقتیکہ ہر ایک کام کی واقعی خوبی یا بدی معلوم نہ ہو اُسوقت تک حکیم مطلق کے راضی ہونے یا ناراض ہونے کا علم نہین حاصل ہوسکتا - اب اگر حکیم مطلق کا ہر ایک شخص سے ہم کلام ہونا اور اپنے راضی ہونے یا ناراض ہونے کی باتون کو اُس سے بیان کرنا فرض کیا جائے تو اُسکا جسم ہونا لازم آئیگا جس سے اُسکی مقدس ذات کا بری اور منزہ ہونا معلوم ہوچکا ہی - اس صورت مین ضرور ہوا کہ حکیم مطلق کی طرف سے کوئی ایسا شخص مقرر ہو جو بندونکو اُسکی مراد پر مطلع کرے اور یہ کہ اُنکے لیے کامون کی واقعی بھلائی یا برائی کو بیان کرے جنکے بجالانے یا ترک کرنے سے اُسکا راضی یا ناراض ہونا متعلق ہوا ور ایسے ہی شخص کو ہم نبی کہتے ہین پس حکیم مطلق کی طرف سے نبی کا مقرر ہونا ضروری ہوگا۔

اس مقام پر یہ توہم ہوسکتا ہی کہ حکیم مطلق کا ہر ایک شخص کو اپنی ہر ایک مراد پر الہام کے ذریعہ سے مطلع کر دینا بھی ممکن ہی پس نبی کا مقرر ہونا ضروری نہ ہوگا - اس توہم کا جواب یہ ہی کہ اس صورت مین ہر ایک شخص کا قابل الہام ہونا لازم آئیگا حالانکہ ہر شخص کا صاحب الہام اور راز اسرار کے قابل نہ ہونا معلوم ہی - اسکے علاوہ یہ ہی کہ ہمارا کلام اس عالم کی

موجودہ حالت سے متعلق ہی جس مین اُسکو نبی کے مقرر کرنے کی ضرورت ہی اور ہماری غرض اس امر سے متعلق نہین ہی کہ ہر ایک شخص کا صاحب الہام ہونا ممکن ہی یا نہین اس لیے کہ اس امر کا ممکن ہونا محل بحث نہین ہی - اسکے علاوہ یہ ہی کہ اس صورت مین بھی نبی کا موجود ہونا ثابت ہو جائیگا جو ہماری اصلی غرض ہی - باقی رہا یہ امر کہ ایک زمانہ مین متعدد نبی ہو سکتے ہین یا نہین یہ دوسری بحث ہی جس مین ہم اس مقام پر کلام نہین کرتے

وجوب نبوت پر اعتراضات اور اُنکا دفعیہ

اس مقام پر بعض لوگون نے کچھ شبہے[1] کیے ہین جن سے تعرض کرنا اور اجمالی طور پر اُنکا جواب دینا نہایت ضروری ہی اور وہ کئی ہین -

پہلا شبہہ - اگر حکیم مطلق کی طرف سے کسی شخص کا نبی ہونا فرض کیا جائیگا تو نبی کے لیے اس امر کا علم ضرور حاصل ہوگا کہ اُسکو حکیم مطلق ہی نے ہدایت کرنے کی غرض سے بھیجا ہی لیکن کوئی طریقہ ایسا نہین ہو سکتا جس کی وجہ سے اُسکو اس امر کا علم حاصل ہو اسلیے کہ نبی نے جسکو اپنے نزدیک حکیم مطلق فرض کیا ہی ممکن ہی کہ وہ کوئی جنی ہو اس لیے کہ تمام مسلمانون نے جنون کے موجود ہونے پر اتفاق کیا ہی اور جبکہ حکیم مطلق کے بھیجنے کا معلوم ہونا ممکن نہو تو کسی شخص کے نبی ہونے کا معلوم ہونا بھی محال ہوگا -

اس شبہہ کا جواب یہ ہی کہ یہ دعوی بالکل غلط ہی کہ نبی کو اس امر کے معلوم ہونے کا کوئی طریقہ نہین ہی کہ اسکو خدا ہی نے مبعوث و مقرر کیا ہی اس لیے کہ خدا ایسی دلیل کے قائم کر دینے پر قدرت رکھتا ہی کہ نبی کو قطعی طور سے اپنے منجانب اللہ مقرر ہونیکا علم حاصل ہو جائے

[1] ان شبہون مین سے اکثر کو آریہ اور برہمنون نے وارد کیا ہی ۱۲

اور یہ کہ اُسکو کسی مخلوق نے مقرر نہین کیا ہی۔

اسکے علاوہ یہ بھی ممکن ہی کہ اُس (نبی) کے لیے ایسے معجزے عطا فرمائے جنکے ظاہر کرنے سے تمام مخلوقات عاجز ہو۔ اور نبی کے لیے اس مطلب مین شبہہ نہ رہے کہ مجھ کو خدا نے مقرر کیا ہی۔ اسکے علاوہ یہ ہی کہ انسان کو بہت سی چیزون کا بدیہی طور سے علم حاصل ہوتا ہی اور کسی قسم کا شبہہ نہین رہتا۔ پس ممکن ہی کہ نبی مین ایسا بدیہی علم پیدا کردے جسکی وجہ سے نبی کو بھی بدیہی طور سے اس مطلب کا علم حاصل ہو جائے کہ اُسکا مقرر کرنے والا اور ہدایت کے لیے بھیجنے والا خدا ہی اور کوئی نہین ہی۔

دوسرا شبہہ۔ جس شخص نے نبی کو خبر دی اور وحی کا القا کیا وہ دو حال سے خالی نہین اول اُس کا جسمانی ہونا۔ اس صورت مین یہ امر غلط ہوگا کہ نبی کے سوا اُسکو اور کوئی شخص دیکھ نہ سکے۔ دوم اُسکا روحانی ہونا اس صورت مین تکلم کے ساتھ وحی کرنا محال ہوگا

اس شبہہ کا جواب یہ ہی کہ ہم دونون شقون کو اختیار کر سکتے ہین اور کسی صورت مین محال نہ لازم آئیگا۔ پہلی صورت مین اس لیے محال نہ لازم آئیگا کہ جسمانی چیز کو ہر ایک شخص کا دیکھنا لازم نہین ہی بلکہ اُسکو وہی شخص دیکھ سکتا ہی جسکے لیے دیکھنے کے جملہ شرائط موجود ہون اور اُس سے کوئی چیز مانع نہ فرض کی جائے۔ لیکن محل بحث مین یہ امر ممکن ہی کہ غیر نبی کے لیے دیکھنے کے شرائط موجود نہ ہون یا دیکھنے سے کوئی امر مانع ہو۔ اور ظاہر ہی کہ اس صورت مین جسمانی چیز کا ہر شخص کے لیے دکھلائی دینا لازم نہ ہوگا بلکہ ممتنع ہوگا۔ دوسری صورت مین اس لیے محال لازم نہ آئیگا کہ روحانی چیز کا وحی کے ساتھ تکلم کرنا ممتنع نہین ہی اسلیے کہ روحانی سے ہم تو ایسے جسم کو مراد لیتے ہین جسکا تکلم کرنا کسی کے نزدیک بھی محال نہین ہی۔ روحانی سے ہم جوہر مجرد کو

مراد نہین لیتے جسکا تکلم کرنا ممتنع اور محال ہی اس لیے کہ ہمارے نزدیک فرشتون کے
لیے نورانی جسم ہوتے ہین جنکی وجہ سے اُنپر اُترنا چڑھنا اور حرکت و سکون کرنا صادر
ہوتا ہی اور ظاہر ہی کہ اس صورت مین اُن سے لوازم جسم کا علٰحدہ کرنا درست نہین ہو سکتا
اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہی کہ رسول کے دل ہین خدا ایسے الفاظ اور حروف کو پیدا کردے
جن مین رسول نے مطلقاً غور و فکر نہ کی ہو اور اُسکو یقیناً معلوم ہو جائے کہ ان الفاظ
وحروف کو خدا کے سوا کسی دوسرے شخص نے حادث نہین کیا۔

اسکے خلاف یہ بھی ممکن ہی کہ خدا کسی روحانی جوہر کو اس امر پر مامور کرے کہ وہ رسول کے
دل مین مخصوص الفاظ کا القا کرے اور نبی کو اُنکا منجانب اللہ حادث ہونا قطعی طور سے معلوم ہو جا

تیسرا شبہہ۔ کسی شخص کے رسول ہونے کی تصدیق سے پہلے صانع عالم کے وجود
اور اوصاف کی معرفت کا حاصل کرنا ضروری ہی جسکے حاصل کرنے کے لیے زمانہ کی کوئی
مقدار معین نہین ہی۔ پس مکلف کے لیے جائز ہوگا کہ وہ اس ضروری امر کے حاصل کرنے
کی غرض سے مہلت طلب کرے اور ہر ایک زمانہ مین یہ عذر کردے کہ ابھی تک مجھ کو
صانع عالم کے وجود اور اوصاف کی پوری معرفت حاصل نہین ہوئی۔ اس صورت مین
نبی کا ساکت ہونا اور اُسکی نبوت و رسالت کا عبث اور بیفائدہ ہونا لازم آئیگا۔

اس شبہہ کا جواب یہ ہی کہ صانع عالم کے وجود اور اوصاف کی معرفت کا حاصل کرنا ہر
ایک مکلف پر لازم ہی اور اسی طرح صانع عالم کو مکلف کے لیے اپنے وجود اور اوصاف
پر ایسی واضح اور روشن دلیلون کا قائم کردینا بمقتضائے حکمت واجب ہی جنکے بعد
مکلف کو اُسکے وجود اور اوصاف کی معرفت کے حاصل ہونے مین کسی قسم کا شک
وشبہہ باقی نہ رہے اس صورت مین صانع عالم کی معرفت کا نبی کی رسالت سے پہلے حاصل

ہونا لازم ہوگا اور نبی پر مکلف کا مہلت دینا لازم نہ ہوگا اور اُسکا عذر قابل سماعت نہ سمجھا جائیگا۔ مثلاً اگر کسی بادشاہ کے سامنے اُسکی رعیت مین سے کوئی شخص مدعی ہو کہ مجھکو بادشاہ نے فلان خدمت پر معین کیا ہی اور بادشاہ اُسکے اس قول کی تصدیق بھی کردے تو جس طرح کہ اُسکے صادق اور راستگو ہونے مین کسی طرح کا شبہہ کرنا درست نہوگا اسی طرح نبی کے صادق اور راستگو ہونے مین کسی طرح کا شبہہ کرنا درست نہوگا۔

چوتھا شبہہ۔ اگر کسی نبی کا مقرر ہونا جائز ہوگا تو تکلیف کا متعلق کرنا بھی جائز ہوگا لیکن تکلیف کا متعلق کرنا جائز نہین ہی۔ پس نبی کا مقرر ہونا بھی جائز نہوگا۔

اس شبہہ کا جواب یہ ہی کہ تکلیف کا خوبی اور بھلائی کے ساتھ موصوف ہونا اور اُس مین کسی طرح کی بدی اور برائی کا موجود نہ ہونا اور بندرن سے اُسکے متعلق ہونے کا ضروری اور لازم ہونا بہت سی قطعی دلیلون سے ثابت ہی لہذا اُسکے جائز نہ ہونے کا شبہہ نہایت رکیک ہوگا۔ اور جبکہ تکلیف کا متعلق ہونا ضروری ہوا تو نبوت کے ضروری ہونے مین شبہہ کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہی۔ ازبسکہ اس بحث کی رسالہ "العدل" کے دوسرے حصہ مین نہایت تفصیل اور بسط کے ساتھ شرح ہوچکی ہی لہذا اس مقام پر زائد طول دینا عبث اور بیفائدہ ہی دیکھو العدل کا دوسرا حصہ از صفحہ ۹ لغایت ۲۶۔

پانچوان شبہہ۔ ہماری عقل کے ذریعہ سے بعض کامون کی خوبی اور بھلائی معلوم ہوجاتی ہی جیسے احسان کرنا۔ ایسے کامون کا بجالانا ضروری ہی اور بعض کامونکی بدی اور برائی معلوم ہوجاتی ہی۔ ایسے کامون کا ترک کرنا ضروری ہی۔ اور بعض کامونکی خوبی یا برائی تک ہماری عقل کی رسائی نہین ہوتی ایسے کامون کا ضرورت کے وقت بجالانا لازم ہوگا اور ایسے کام کا محض کسی ضرر کے احتمال کی بنا پر ترک کرنے کا حکم کرنا

درست نہوگا- ایسی صورت مین نبی کا مقرر ہونا عبث اور بیفائدہ ہوگا جسکا حکیم مطلق
سے سرزد ہونا محال ہی پس نبی کا مقرر ہونا بھی محال ہوگا-

اس شبہہ کا جواب یہ ہی کہ عقل کے ذریعہ سے جن کامون کی خوبی اور بدی معلوم ہوجاتی ہی
اُن مین نبی کے مقرر ہونے کے دو فائدے ایسے موجود ہین جنکا انکار کرنا کسی طرح درست
نہوگا پہلا فائدہ یہ ہی کہ اگر عقل نے کسی کام کی خوبی یا بدی کو تفصیل کے ساتھ معلوم
کرلیا ہی اگرچہ یہ فرض بہت بعید ہی کہ عقل کسی کام کی خوبی یا بدی کو تفصیل کے ساتھ
معلوم کرلے کیونکہ غالبًا عقل کو کسی کام کی خوبی یا بدی اگر معلوم بھی ہوجاتی ہی تو محض
اجمال کے ساتھ معلوم ہوتی ہی. بہرحال اگر عقل کا کسی کام کی خوبی یا بدی کو تفصیل
کے ساتھ معلوم کرلینا فرض کیا جائے تو نبی کے ذریعہ سے اُسکی تائید ہوتی ہی اور عقل کو
نبی کے بیان کردینے کے بعد اپنے معلومات پر اعتماد بڑھ جاتا ہی اور تائید کا بہم پہونچنا
بھی بہت بڑا فائدہ ہی جسکا حکیم مطلق کی طرف سے متروک ہونا درست نہین ہوسکتا-
اور اگر عقل کا بعض امور کو محض اجمالی طور سے معلوم کرلینا فرض کیا جائے تو تائید کے
علاوہ نبی کے مقرر ہونے مین یہ فائدہ بھی حاصل ہوگا کہ وہ عقلی معلومات کی تفصیل کو
بھی بیان فرمائین مثلاً احسان کرنا اگرچہ خوبی کے ساتھ موصوف ہی لکن عقل کے ذریعہ
سے یہ امر معلوم نہین ہوسکتا کہ کس شخص کے ساتھ کس حد کا احسان کرنا چاہیے-
پس اُسکی تفصیل اُسوقت تک معلوم نہین ہوسکتی جبتک کہ نبی کا حکیم مطلق کی طرف
سے مقرر ہونا فرض نہ کیا جائے- ان سب باتون کے علاوہ یہ ہی کہ عقل کے لیے ہر ایک
کام کی خوبی یا بدی کا محض معلوم ہوجانا کافی نہین ہی بلکہ عقل کے معلومات پر عمل ہونا
بھی ضروری ہی اور از بسکہ نفسانی خواہشون کی وجہ سے عقل کو اپنے معلومات پر

عمل کرنا دشوار ہوتا ہی اس لیے ایک نبی کے مقرر کرنے کی بہر حال ضرورت ہی تاکہ وہ انسان
کو نفسانی خواہشون سے باز رہنے اور عقلی معلومات پر عمل کرنے کی ہدایت کرے-
اور جن کامون کی خوبی یا بدی کو عقل بالکل معلوم نہین کر سکتی اُن مین عقل کا نبی کے
مقرر ہونے کی طرف محتاج ہونا بہت واضح ہی- اور یہ خیال کرنا کہ جن کامونکی خوبی
یا بدی تک ہماری عقل کی رسائی نہین ہو سکتی اُن کامون کا ضرورت کے وقت
بجالانا جائز ہوگا اُسی وقت درست ہو سکتا ہی جبکہ اُسکے بجالانے مین ہلاکت کا خطرہ
نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص بھوکا پیاسا ہو اور اُسکو سنکھیا یا تیزاب کا کوئی ضرر معلوم نہو اور
وہ اُسکو بے سمجھے بوجھے کھانے اور پینے مین استعمال کرے تو وہ ضرور ہلاک ہو جائیگا
ایسی صورت مین عقل کا بدیہی طور سے یہی حکم ہوگا کہ جن چیزون کے خواص پر ہمکو اطلاع
نہین ہو اُنکے استعمال کرنے پر اُسوقت تک اقدام اور جرات نہ کی جائے جب تک
کہ اُنکی پوری حالت پر اطلاع نہ ہو- اور ظاہر ہی کہ خواص اشیاء پر عقل کو خود بخود اطلاع
نہین ہو سکتی- ایسی صورت مین کسی ایسے شخص کا موجود فرض کرنا نہایت ضروری
قرار پاتا ہی جو ہم کو ضروری اشیاء کے خواص و آثار پر مطلع کرے تاکہ ہم اپنے نفع اور
ضرر کی چیزون کو اُنکے محل اور موقع پر استعمال کرین اور جو شخص کہ ہم کو اشیاء کے ضروری
خواص و آثار پر مطلع کر سکتا ہی وہی نبی ہی- پس عقل کے نزدیک نبی کا موجود ہونا ضروری
ہوگا- اس مطلب کی زیادہ شرح اوپر کے بیانات مین ہو چکی ہی-
چھٹا شبہہ- نبوت کے ثابت ہونے مین نبی سے معجزہ کا صادر ہونا ضروری ہی
اور معجزہ سے خرق عادت کا صادر ہونا مراد ہی لکن خرق عادت کا صادر ہونا محض
بمعنی اور سفسطہ ہی ورنہ لازم آئیگا کہ ہم کو کسی شی کے اصلی حالت پر باقی رہنے کا

یقین نہ رہے جیسے پہاڑ کا سونا یا چاندی ہو جانا۔ گھر کے برتنون کا آدمی ہو جانا۔ مدعی نبوت کا اپنے دعوے کے بعد معدوم ہو جانا اور کسی دوسرے شخص کے ہاتھون پر معجزہ کا ظاہر ہو جانا۔ ہمارے بدیون کا کسی دوسرے شخص کے ساتھ بدل جانا وغیرہ۔ اور ظاہر ہی کہ ایسی باتون کے تجویز کرنے سے نظم عالم کا درہم و برہم ہو جانا لازم آئیگا۔ لہذا معجزہ کا صادر ہونا محال ہوگا اور ایسی صورت مین کسی نبی کا موجود ہونا بھی محال ہوگا۔

اس شبہہ کا جواب دو وجہون سے ہو سکتا ہی پہلی وجہ یہ ہی کہ اگر یہ شبہہ صحیح ہو تو اُسکو خاص اسلام کے ساتھ کوئی خصوصیت نہ ہوگی بلکہ وہ ہر ایک فرقہ پر وارد ہوگا مثلاً یونان کے بڑے بڑے حکیمون اور ڈاکٹرون کے نزدیک خرق عادت محال ہی۔ لکن باوجود اسکے ایسے امور کو بہت سے مقامات پر اُنھون نے تجویز کیا ہی مثلاً وہ کہتے ہین کہ انسان بغیر توالد کے باقی حشرات کی طرح پیدا ہو سکتا ہی اور اسکی دلیل مین بیان کرتے ہین کہ انسانی جسم کا عناصر اربعہ کے بر وجہ مخصوص اکٹھا ہو جانے سے تکوین ہوتا ہی اور اُن (عناصر اربعہ) کا شکم مادر کے علاوہ کسی دوسری جگہ پر بر وجہ مخصوص اکٹھا ہو جانا ممکن ہی۔ اسی طرح اُن اجزاء کا ایک محدود زمانہ تک مخصوص کیفیت پر باقی رہنا اور اُن مین مزاج مخصوص کا پیدا ہونا بھی ممکن ہی اور جبکہ مزاج مخصوص کا پیدا ہو جانا صحیح ہوا تو اُسکے لیے مبدأ فیاض کی طرف سے نفس کا موجود ہونا بھی ضروری ہوگا۔ اس صورت مین انسان کا شکم مادر کے علاوہ کسی دوسری جگہ سے پیدا ہو جانا ممکن ہوگا۔ پس اگر معجزہ کا صادر ہونا سفسطہ ہوگا تو ایسے ایسے مشہور فلاسفرون اور نامی حکیمون کا انسان کے بغیر توالد پیدا ہونے کو تجویز کرنا بھی باطل ہوگا۔

اسی طرح وہ کہتے ہین کہ حوادث عالم کے پیدا ہونے مین آسمانی تشکلات کو پورا پورا دخل ہی اور آسمانی تشکلات کے لیے کوئی حد نہین ہی پس ممکن ہی کہ اُن تشکلات مین کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے جسکی وجہ سے خرق عادت کا واقع ہونا صحیح ہو۔ پس جبکہ آسمانی تشکلات کی وجہ سے خرق عادت کا واقع ہونا صحیح ہوا تو معجزہ کی وجہ سے خرق عادت کے واقع ہونے مین کیونکر استبعاد ہو سکتا ہی۔

اسی طرح وہ کہتے ہین کہ عنصری مواد تحریک فلکی کے مطیع ہوتے ہین۔ پس جبکہ ہم اپنی آنکھ کو بند کر لین تو ممکن ہی کہ کوئی تشکل فلکی ایسا پیدا ہو جسکی وجہ سے دجلہ کا پانی خون ہو جائے اور اُس (تشکل فلکی) کے برطرف ہو جائے پر دجلہ کا پانی اپنی اصلی حالت کی طرف رجوع کرے۔ پس جبکہ تحریک فلکی کی وجہ سے ایسے ایسے عجائب امور کا حادث ہونا ممکن ہو تو کیا وجہ ہی کہ معجزہ کی وجہ سے کسی عجیب امر کا پیدا ہونا درست نہو۔

دوسری وجہ یہ ہی کہ نبی کے ہاتھ پر کسی خرق عادت کے صادر ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ اُس (خرق عادت) کا ہر حال مین صادر ہونا صحیح ہوا ور ظاہر ہی کہ خرق عادت کے صادر ہونے کا سفسطہ مین داخل ہونا اُسی وقت لازم آسکتا ہی جبکہ ہم اُسکے صادر ہونے کو ہر حال مین تجویز کرین حالانکہ ایسا نہین ہی کیونکہ ہم اُسکے صادر ہونے کو فقط نبی کے ساتھ مخصوص کرتے ہین تاکہ اُسکا صادر ہونا اُس (نبی) کے صادق اور راستگو ہونے پر دلالت کرے۔ اسکے علاوہ یہ ہی کہ اگر ہم خرق عادت کا ہر حال مین واقع ہونا بھی تجویز کرین جب بھی اُسکا سفسطہ ہونا اُسی وقت لازم آئیگا جبکہ ہم اُسکے واقع نہ ہونے کا یقین نہ رکھتے ہون۔ پس اگر ہم تجویز کرین کہ ہمارا امکان ہونے یا چاندی کا ہو سکتا ہی اور باوجود اسکے یقین کرین کہ وہ ایسا ہوا نہین ہی تو

ایسا امر کسی ادنی عاقل کے نزدیک بھی سفسطہ مین داخل نہ ہوگا - اس لیے کہ کسی شی کے ممکن ہونے کو اُسکا واقع ہونا لازم نہین ہی - پس ہم اُسکے واقع ہونے کو اُسی وقت تجویز کرینگے جبکہ کوئی نبی اُسکا دعوی کرے اور اُسکے نبی ہونے کا ثبوت اُس پر موقوف ہو - اور اگر تھوڑی دیر کے لیے ہم تسلیم کرلین کہ ہر ایک وقت مین خرق عادت کا تجویز کرنا سفسطہ ہی جس سے عالم کے انتظام مین خلل پڑتا ہی تو اس مین بھی شبہہ نہین ہی کہ سچے نبی اور برحق رسول کے ہاتھ پر خرق عادت کا تجویز نہ کرنا بھی ضرور سفسطہ ہی جس سے عالم کے انتظام مین خلل پڑتا ہی -

اسکے علاوہ یہ ہی کہ معجزہ اگرچہ عام لوگون کی نسبت خارق عادت ہوتا ہی لیکن وہ انبیا علیہم السلام اور اُنکے اوصیاء کی نسبت ہرگز خارق عادت نہین ہی بلکہ وہ ان حضرات کی نسبت قدیمی عادت ہی جو حضرت آدمؑ سے ہمارے حضرتؐ کے مبارک زمانہ تک باقی اور مستمر ہی -

ساتوان شبہہ - یہ کہ معجزہ کا نبی کے صادق ہونے پر اُسی وقت دلالت کرنا ثابت ہو سکتا ہی جبکہ اُس (معجزہ) کا فعل خدا ہونا ثابت ہو جائے لیکن یہ امر ہرگز مسلم نہین ہی کہ معجزہ فعل خدا ہوتا ہی - پس ممکن ہی کہ وہ خود مدعی کا فعل ہو اور اُسکا نفس ایسے افعال کے صادر کرنے پر قدرت رکھتا ہو جنکے صادر کرنے سے دوسرے لوگون کے نفس عاجز ہون اور یہ بھی ممکن ہی کہ اُسکا مزاج ایک خاص عنوان کا واقع ہوا ہو جس سے ایسا امر سرزد ہو سکتا ہو جس سے باقی لوگ عاجز آجائین اور یہ بھی ممکن ہی کہ وہ بعض اشیاء کی عجیب اور غریب خاصیتون کو جانتا ہو اور اُنکے ذریعہ سے ایسے آثار کے صادر کرنے پر اُسکے لیے قدرت حاصل ہو جنکے صادر کرنے

سے تمام لوگ عاجز ہوں جیسے مقناطیس کا لوہے کو جذب کرنا۔ کہربا کا مٹی کو جذب کرنا۔ پتھر کے بعض اقسام کا سرکہ کے قریب نہ جانا جسکو عربی زبان مین حجر باغض الخل (وہ پتھر جو سرکہ کو دشمن رکھتا ہی) کہتے ہین۔ بعض پتھرونکا بارش ہونے مین مفید ہونا اور یہ بھی ممکن ہی کہ وہ ساحر ہو یا کوئی ایسا طلسم[1] جانتا ہو جسکو باقی لوگ نہ جانتے ہون۔ پس ممکن ہوگا کہ ایسی ہی بعض چیزون کے ذریعہ سے کوئی شخص خارق[2] عادت امور کو صادر کرے اور عوام کو حقیقت حال پر اطلاع نہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہی کہ کوئی شخص بعض شیاطین کو تسخیر کرلے اور اُنکے ذریعہ سے بعض آثار غریبہ کو صادر کرے اور اُسکو اپنی کامیابی کا ذریعہ قرار دے۔ اور یہ بھی ممکن ہی کہ کوئی شخص علم نجوم کے ذریعہ سے بعض آثار کے واقع ہونے پر مطلع ہو اور اُسکو اپنے لیے معجزہ قرار دے۔ پس جبکہ ایسے ایسے امور کے ذریعہ سے بھی خرق عادت کا سرزد ہونا ممکن ہی تو کسی مدعی نبوت کے صادق ہونے کا یقین کیونکر حاصل ہو سکتا ہی۔

اس شبہہ کا جواب یہ ہی کہ ہم تحقیق معجزہ کے مقام پر عنقریب بیان کرینگے کہ اُس (معجزہ) سے وہ غیر معمولی کام مراد ہی جو خارق عادت ہو اور نبی سے اُسکے دعوے کی تصدیق

---

[1] طلسم سے سماوی قوتون کا ارضی قوتون کے ساتھ مخلوط کرنا مراد ہی اس لیے کہ سماوی قوتون کے ذریعہ سے عنصری چیزین پیدا ہوتی ہین اور اُنکے پیدا ہونے مین مخصوص شرطون کا موجود ہونا لازم ہی جنکے بعد اُن (عنصری چیزون) مین خاص خاص آثار کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہی۔ پس جو شخص کہ اُن مخصوص شرطون پر مطلع ہو اُسکے لیے آثار غریبہ کے حادث کرنے پر قدرت حاصل ہوگی۔ پس ممکن ہی کہ کوئی شخص کسی ایسی انوکھی بات کو طلسم کے ذریعہ سے حادث کرسکتا ہو جسپر عام انجان لوگ قادر نہ ہون۔ ایسی صورت مین اُسکا فعل خدا ہونا ثابت نہ ہوگا ۱۲

[2] جو امر کہ اسباب غریبہ کے ذریعہ سے صادر کیا جاتا ہو اُسکو غیر معمولی کہہ سکتے ہین لیکن اُسکا خرق عادت کہنا حقیقۃً صحیح نہین ہی ۱۲۔

کے لیے صادر ہو جسکا لازمی نتیجہ یہ ہی کہ اُس مین تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری نہ ہو سکتا ہو اور
اُس کے واقعی اسباب پر کسی انسان کو اطلاع نہ ہو سکتی ہو یا یون کہو کہ اُسکا واقعی سبب
فطرت کے موجودہ قوانین سے خارج اور محض حکیم مطلق کا ارادہ اُسکے حادث ہونے
کی اصلی علت ہو اس صورت مین خرق عادت کا کسی انسان سے صادر ہونا محال ہوگا پس اس شبہ مین
جو چیزین مذکور ہوئی ہین وہ کسی ہوشیار اور عاقل شخص کے نزدیک معجزہ کے ساتھ مشتبہ نہین ہو سکتین
اور اگر بالفرض عوام الناس کے بعض افراد پر اُنکا معجزہ کے ساتھ مشتبہ ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو
حکیم مطلق پر اُسکے اشتباہ کا بمقتضاے حکمت برطرف کر دینا ضروری ہوگا تاکہ بندون پر خدا کی حجت
تمام ہو ورنہ خدا کے فعل کا عبث ہونا اور اُسکا لوگون کو غلطی مین واقع کرنا لازم
آئیگا جو اُسکی مقدس ذات پر جائز نہین ہی اور کسی قبیح کام کا اُس سے صادر ہونا
محال ہی جیساکہ رسالۂ العدل مین مذکور ہو چکا ہی اور اس بحث کا تفصیلی تذکرہ اور
اُسکی مبسوط شرح آئندہ کیجائیگی۔

اگرچہ ہماری گذشتہ تقریرون سے انبیا علیہم السلام کے من جانب اللہ مقرر اور مبعوث
ہونے کا ضروری ہونا بخوبی ثابت ہو گیا ہی جن پر نظر کرنے کے بعد کسی اور دلیل کے
وارد کرنے کی حاجت باقی نہین رہتی مگر ہم اس مہم کام اور ضروری مقصد کی تائید کے
لیے حضرات معصومین علیہم السلام کے بعض احادیث کا وارد کر دینا بھی مناسب خیال
کرتے ہین تاکہ اُنپر نظر کرنے سے حضرات مومنین کے دیدۂ دل روشن اور انبیا و مرسلین کی
نبوت و رسالت کے بارہ مین اُنکے اعتقادات مضبوط و مستحکم ہو جائین اور وہ کئی حدیثین ہین

ثبوت نبوت کی بعض نقلی دلیلین

الاول ما رواہ ھشام بن الحکم

اول وہ حدیث ہی جسکو ہشام ابن حکم نے روایت کیا ہی کہ ایک

قال سئل الزنديق الذي اتى اباعبدالله
فقال من اين اثبت انبياء ورسلا
قال ابوعبدالله انا لما اثبتنا ان لنا
خالقا صانعا متعاليا عنا وعن
جميع ما خلق وكان ذلك الصانع
حكيما لم يجز ان يشاهده خلقه و
لا يلامسوه ولا يباشرهم ويباشروه ويحاجهم
ويحاجوه فثبت ان له سفراء في خلقه
يعبرون عنه الى خلقه وعباده
يدلونهم على مصالحهم ومنافعهم و
ما به بقائهم وفي تركه فنائهم فثبت
الآمرون والناهون عن الحكيم العليم
في خلقه وثبت عند ذلك ان له
معبرين وهم الانبياء وصفوته من
خلقه حكماء مؤدبين بالحكمة مبعوثين
بها غير مشاركين للناس في احوالهم
على مشاركتهم لهم في الخلق والتركيب
مؤيدين من عند الحكيم العليم بالحكمة
والدلائل والبراهين والشواهد

زندیق نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا
کہ آپ نے انبیا و رسل کو کس دلیل سے ثابت کیا حضرت نے ارشاد
فرمایا کہ جب ہم نے ایک ایسے صانع عالم کو قطعی دلیلون سے،
ثابت کرلیا جو جسم و جسمانیات سے برتر ہی اور اُسکا کوئی کام
حکمت سے خالی نہین ہی (لہذا انسان کو عقل و ادراک کا عطا کرنا
بھی کسی حکمت پر ضرور مشتمل ہوگا) اور مخلوق کا اُسکو مشاہدہ کرنا یا
چھونا اور باہم کلام کرنا جائز نہ تھا تو ثابت ہوگیا کہ اُسکی مخلوقات
مین ایسے سفیرون کا موجود ہونا ضروری ہی جو اُسکے احکام کو مخلوقات
تک پہونچائین اور اُسکے بندون کو اُنکے نفع اور ضرر کی چیزین
بتائین اور یہ کہ اُنکو ایسے امور پر مطلع کرین جنکی وجہ سے وہ باقی
رہ سکتے ہون اور اُنکے نہ ہونے سے وہ فنا ہوجائین۔ پس
اس تقدیر پر ایسے لوگون کا موجود ہونا ضروری ہوگا جو حکیم مطلق
کی طرف سے اُسکے احکام (اوامر و نواہی) کو بندون تک پہونچائین
اور یہی لوگ انبیا کہلاتے ہین جو احکام الٰہیہ کو بندون سے بیان
کرتے ہین حق تعالی نے اُنکو اپنی مخلوقات مین سے برگزیدہ کیا ہی
اور اُسکی حکمت سے وہ بادب آموختہ ہین جسکے سکھانے پر وہ مامور
ہوے ہین اگرچہ وہ خلقت اور اعضا کی ترکیب مین لوگونکے شریک
ہین لیکن باوجود اسکے ایسے حالات کے ساتھ مخصوص ہین جو عام
لوگون مین موجود نہین ہو سکتے حق تعالی کی طرف سے وہ حکمت و دلائل

من احياء الموتى وابراء الاكمه والابرص
فلا يخلو ارض الله من حجة يكون معه
علم يدل على صدق مقال الرسول و
وجوب عدالته ثم ثبت ذلك في كل
دهر وزمان مما اتت به الرسل و
الانبياء من الدلائل والبراهين
لكيلا تخلو ارض الله۔

الثاني ما رواه ابو بصير عن
ابي عبد الله ع انه سأله
رجل فقال لاي شئ بعث
الله الانبياء والرسل الى الناس
فقال لئلا يكون للناس على الله
حجة من بعد الرسل ولئلا يقولوا
ما جاءنا من بشير ولا نذير
ولتكون حجة الله عليهم
الا تسمع الله عز وجل يقول
حكاية عن خزنة جهنم و
احتجاجهم على اهل النار بالانبياء
والرسل الم يأتكم نذير قالوا بلى

وبراہین کے ساتھ مؤید ہوتے ہین جیسے مُردون کا زندہ کرنا۔ کو
مادرزاد اور مبروص کا تندرست کر دینا پس حجت خدا سے اُسکی
زمین خالی نہین رہتی جسکے پاس وہ معارف حقہ موجود ہوتے
ہین جو رسول کے صادق اللہجہ ہونے اور اُسکی عدالت کے
واجب ہونے پر دلالت کرتے ہین اسیوجہ سے ہر ایک زمانہ مین
ایک حجت خدا کا موجود ہونا ضروری قرار پایا جو رسول کے ادلّہ
وبراہین کو بیان کرے تاکہ حجت خدا سے زمین خالی نہ رہے۔

دوسری وہ حدیث ہی جسکو ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام سے نقل کیا ہی وہ کہتے ہین کہ ایک شخص نے حضرت
سے سوال کیا کہ حق تعالی نے انبیاء و رسل کو لوگون کیطرف کیون
مبعوث فرمایا ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالی نے ان بزرگوارون
کو اس لیے مبعوث کیا ہی کہ لوگون کے لیے خدا پر کسی قسم کی حجت
باقی نہ رہے اور یہ کہ اُنکو اس عذر کا موقع نہ رہے کہ ہمارے
پاس کوئی خوشخبری دینے والا یا ڈرانے والا رسول نہین آیا تھا
اور یہ کہ حجت خدا اُن پر تمام ہو جائے آیا تم نے اللہ تعالی کے
اس قول کو نہین سنا جس مین اُسنے خازنان جہنم کی اُس گفتگو کو
نقل فرمایا ہی جو دوزخیون کے ساتھ کرنے والے ہین کہ
آیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا رسول
نہین آیا تھا وہ کہینگے کہ ہان ہمارے پاس

قد جاءنا نذير فكذبنا وقلنا ما نزل
الله من شيء ان انتم الا في
ضلال كبير

الثالث ما في علل الفضل عن
عن الرضا فان قال فلما وجب
عليهم معرفة الرسل والاقرار بهم
والاذعان لهم بالطاعة قيل لانه
لما لم يكن في خلقهم وقواهم ما
يكملون لمصالحهم وكان الصانع
متعاليا عن ان يرى وكان
ضعفهم وعجزهم عن ادراكه
ظاهرا لم يكن بد من رسول
بينه وبينهم معصوم يؤدي
اليهم امره ونهيه وادبه
ويوقفهم على ما يكون به
احراز منافعهم ودفع مضارهم
اذ لم يكن في خلقهم ما يعرفون به
ما يحتاجون اليه من منافعهم و
مضارهم فلو لم يجب عليهم معرفته

ڈرانے والا رسول آیا تھا لیکن ہم نے اسکی تکذیب کی
اور کہدیا کہ خدا نے کچھ بھی نازل نہین کیا تم ہی بڑی گمراہی
مین پڑے ہو۔

تیسری وہ حدیث ہی جو علل فضل بن شاذان مین حضرت
امام رضا علیہ السلام سے منقول ہی یہ کہ اگر کوئی شخص سوال
کرے کہ بندون پر خدا کے رسولون کا پہچاننا اور انکی حقیت
کا اقرار کرنا اور انکی اطاعت و فرمانبرداری کو لازمی سمجھنا
کیون واجب ہوا تو جواب مین کہا جائیگا کہ بندون کی خلقت
اور انکی فطری قوتون کے ذریعہ سے وہ امور حاصل نہین
ہو سکتے تھے جو انکی تمام مصلحتون کے لیے کافی ہون اور یہ
ممکن نہ تھا کہ صانع عالم انکے ضعف و قصور کو دیکھے اور
اسکے برطرف کرنے کی کوئی صورت پیدا نہ کرے اسلیے خدا
کی طرف سے ایک رسول معصوم کا مقرر ہونا لازم ہوا جو خدائے
عالم اور اسکی مخلوقات کے درمیان سفیر و واسطہ ہو اور انکو
خدا کے احکام (اوامر و نواہی) پہونچائے اور انکو ایسی باتین
تعلیم کرے جنکے ذریعہ سے وہ اپنی منفعتون کو حاصل و اپنی
مضرتون کو دفع کر سکین کیونکہ خود انکی خلقت مین کوئی ایسی
بات موجود نہ تھی جسکی وجہ سے وہ اپنے جملہ احتیاج کو بہم پہونچا سکین
پس اگر لوگون پر انکا پہچاننا اور اطاعت کرنا واجب نہ ہو

عربی	اردو
وطاعته لم يكن لهم في مجئ الرسول منفعة ولا سدّ حاجة ولكان يكون اتيانه عبثاً بغير منفعة ولا صلاح وليس هذا من صفة الحكيم الذي اتقن كل شئ۔	تو اُنکے لیے رسول کے آنے مین کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اُنکی حاجت روائی نہ ہوسکیگی اور ایسی صورت مین حق تعالی کی طرف سے رسول کا مقرر ہونا عبث ہوگا جس مین (بندون کے لیے) کسی قسم کی منفعت اور صلاح نہوگی اور ظاہر ہی کہ کسی عبث کام کا صادر کرنا حکیم مطلق کی شان نہین ہی۔
الرابع ما عن اسحق بن غالب عن ابي عبدالله ع في كلام له يقول فيه الحمد لله المحتجب بالنور دون خلقه في الافق الطامح والعزّ الشامخ والملك الباذخ فوق كل شئ علا ومن كل شئ دنا فتجلى لخلقه من غير ان يكون يرى وهو يرى وهو بالمنظر الاعلى فاحب الاختصاص بالتوحيد اذا احتجب بنوره وسما في علوه واستتر عن خلقه	چوتھی وہ حدیث ہی جسکو اسحق بن غالب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہی کہ حضرت اپنے ایک کلام مین ارشاد فرماتے ہین کہ جملہ حمد و سپاس اُس حکیم مطلق کے لیے سزاوار ہی جو اپنی مخلوقات سے افق بلند مین حجاب نور کے ساتھ پوشیدہ ہی اور حواس و اوہام اور عقول انام سے اُسکی مقدس ذات کا ادراک کرنا محال ہی وہ ہر ایک شی سے اپنی قدرت و بزرگی مین برتر ہی اور ہر ایک چیز سے اپنے لطف و مرحمت مین نزدیک ہی پس وہ اپنی مخلوقات کے لیے اپنے علم و قدرت کی وجہ سے ظاہر و ہویدا ہی بغیر اسکے کہ وہ کسی کو دکھائی دے حالانکہ وہ ہر ایک چیز کو دیکھتا ہی اور وہ ایسا بلند مرتبہ ہی کہ اُسکو عقلون کی آنکھین نہین دیکھ سکتین پس اُسکی حکمت بالغہ اس امر کو مقتضی ہوئی کہ وہ توحید کے ساتھ مخصوص رہے

ليكون له الحجة البالغة و ابتعث فيهم النبيين مبشرين و منذرين ليهلك من هلك عن بينة و ليعقل العباد ما جهلوه و ليعرفوه بربوبيته بعد ما انكروه و ليوحدوه بالالهية بعد ما اضدوه۔

اور چونکہ وہ مخلوقات کے ادراک سے برتر تھا اور بدون کسی سفیر کے اس مطلب کا ظاہر کرنا ممکن نہ تھا اس لیے اُس نے رسولون کو مبعوث کیا جو اُنکو ثواب کی بشارت دین اور اُسکے عذاب سے ڈرائین تاکہ جو شخص ہلاک ہو وہ اتمام حجت کے بعد ہلاک ہو اور یہ کہ رسولون کے ذریعہ سے اُسکے بندے اُن امور پر مطلع ہو جائین جنکو وہ نہین جانتے اور اُسکے پروردگار عالم ہونے کی معرفت حاصل کرین جسکا وہ انکار کرتے تھے اور بعد اسکے کہ وہ اُسکے لیے ضد اور شریک کو ثابت کرتے تھے اُسکے معبود واحد ہونے کا اقرار کرین۔

الخامس ما رواه محمد بن يعقوب الكليني باسناده عن منصور بن حازم قال قلت لابي عبد الله ان الله اجل واكرم من ان يعرف بخلقه بل الخلق يعرفون بالله قال صدقت قلت ان من عرف ان له ربا فقد ينبغي له ان يعرف ان لذلك الرب رضا وسخطا و انه لا يعرف رضاه وسخطه الا بوحي ورسول فمن لم ياته

پانچوین وہ حدیث ہی جسکو منصور ابن حازم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہی وہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت کی خدمت مین عرض کیا کہ خداوند عالم اپنی مخلوق سے نہین پہچانا جاتا بلکہ مخلوق اُس سے پہچانی جاتی ہی حضرت نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو مین نے عرض کیا کہ جو شخص خدا کی معرفت حاصل کرلے اُسکو سزاوار ہی کہ وہ اس امر کو بھی پہچان لے کہ وہ بعض چیزون سے خوش ہوتا اور بعض سے ناراض ہوتا ہی اور یہ کہ اُسکی خوشی و ناخوشی بغیر وحی اور رسول کے معلوم نہین ہو سکتی پس

الوحی فقد ینبغی لہ ان یطلب
الرسل فاذ القیہم عرف انہم
الحجۃ من اللہ وان لہم الطاعۃ
المفترضۃ الی ان قال فی اخر الحدیث
رحمک اللہ

جس شخص کے پاس وحی نہ آتی ہو اُسکو رسولون کا طلب کرنا
سزاوار ہی پس جبکہ اُن سے ملاقات ہوجائے تو اُسکو
معلوم ہوجائیگا کہ وہ حجت خدا ہین اور اُنکی فرمانبرداری
واطاعت لازم ہی تا اینکہ حضرت نے آخر حدیث مین
ارشاد فرمایا رحمک اللہ (خدا تم پر رحم کرے)

اور حاصل حدیث یہ ہی کہ حق تعالی کا حکیم مطلق ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ وہ بُرے
کامون سے ناراض اور اچھے کامون سے خوش ہوتا ہی اور برے کامون کا چھوڑنا
اور اچھے کامون کا اختیار کرنا اُسوقت تک ممکن نہین ہی جب تک کہ اچھے بُرے
کامون کا اُسکو علم نہ ہو اور یہ علم اُسوقت تک حاصل نہین ہوسکتا جب تک کہ کوئی
نبی موجود نہ ہو پس خدا پر نبی کا معین کرنا لازم ہوگا ورنہ اگر باوجود اسکے بُرے کامون سے
بچنے اور اچھے کامون کے بجالانے کی تکلیف فرض کیجائیگی تو تکلیف مالایطاق لازم
آئیگی اور اگر یہ تکلیف فرض نہ کیجائیگی تو حکیم مطلق کا برے کامون کے بجالانے اور اچھے
کامون کے چھوڑ دینے پر راضی ہونا لازم آئیگا جو اُسکی مقدس ذات پر جائز نہین ہی
پس ایسی صورت مین اگر یہ شخص خود نبی نہوگا تو اُسکو نبی کی تلاش واجب ہوگی اور جبکہ
کسی شخص کا نبی ہونا معلوم ہوجائیگا تو اُسکی اطاعت لازم اور اُسکی ہدایت پر عمل کرنا
ضروری ہوگا۔

وحی کے معنون کی شرح

اگرچہ لغت مین لفظ وحی کا کئی معنون مین استعمال ہوتا ہی
جیسے اشارہ۔ کتابت۔ نامہ۔ پیغام۔ پوشیدہ بات
اور مخفی آواز۔ لیکن جو وحی کہ حقیقت نبوت مین داخل ہی اور اُسکی وجہ سے نبی یا امام مین

تفرقہ کیا جاتا ہی اور جسکا استقرار شریعت کے بعد غیر نبی پر اطلاق کرنا درست نہین ہی
اُس سے وہ شی مراد لی جاتی ہی جو خدا کی طرف سے انبیا علیہم السلام پر نازل ہوتی ہی۔
انبیا پر وحی کے نازل ہونے کی مختلف صورتین ہوتی ہین بعض اوقات خدا کی طرف سے
آواز آتی ہی اور نبی سنتے ہین اور بعض اوقات خدا کی طرف سے فرشتہ آکر باتین کرتا ہی
اور بعض اوقات اُن (انبیا) کے دلون مین کوئی مضمون خدا کی طرف سے ڈالا جاتا ہی
الغرض علمانے وحی کی مختلف قسمین بیان کی ہین یہانتک کہ بعض علمانے وحی کو
بہت سی قسمون پر منقسم کیا ہی[له]۔

(۱) رویاے صادقہ (سچا خواب) جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا خواب تھا جسکو
حضرت نے اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل سے بیان کیا تھا چنانچہ قرآن مجید مین مرقوم ہی

یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک	ای فرزند مین خواب مین دیکھتا ہون کہ مین تجھ کو ذبح کرتا ہون

اور اُسکی تصدیق مین حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جو کچھ عرض کیا تھا وہ قرآن مجید مین یون مرقوم ہی

یا ابت افعل ما تومر ستجدنی انشاء الله من الصابرین۔	ای پدر بزرگوار آپ جس امر پر مامور ہوے ہین اُسکو بجا لائیے مجھ کو انشاء اللہ تعالی صبر کرنے والون مین پائیے گا۔

اور بخاری نے حضرت عائشہ سے وحی کا رویاء صادقہ سے شروع ہونا اس طرح نقل کیا ہی کہ

ان اول ما بدی رسول الله من الوحی الرویا الصالحة فی النوم فکان لا یری رویا الاجاءت مثل فلق الصبح	پہلے پہل جو حضرت پر وحی نازل ہوئی تھی وہ رویاے صادقہ تھی پس حضرت جو خواب دیکھتے تھے وہ سپیدۂ صبح کی طرح ظاہر ہو جاتی تھی۔

اور تفسیر صافی مین جناب امیرؑ سے منقول ہی کہ خدا کا کلام کئی وجہون پر واقع ہوتا ہی از انجملہ

[له] ان سات قسمون کو جناب علیین مکان نے وارد کیا ہی اور ادنی تغیر کے ساتھ وہ یہان پر لکھے گئے ہین ۱۲

منه رویا تراها الرسل	وہ خواب ہی جنکو انبیا دیکھتے ہین۔

اور اہل اسلام نے اس امر پر اتفاق کیا ہی کہ جس خواب کو کہ پیغمبر اپنی نبوت کے زمانہ مین دیکھتے ہین وہ وحی ہوتی ہی۔

(۲) وہ شی ہی جو انبیا علیہم السلام کے مقدس دلون مین القا کی جاتی ہی چنانچہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُسکا تذکرہ ان الفاظ مین نقل کیا گیا ہے

نفث فی روعی ان نفسا لن تموت حتی تستکمل اجلها ورزقها فاتقو االله واجملوا فی الطلب۔	میرے دل مین اس امر کا القا ہوا ہی کہ کوئی نفس اُسوقت تک نہین مر سکتا جب تک کہ اپنی عمر کی مدت، اور رزق کی مقدار کو پورا نہ کرے پس تم لوگ حق تعالی سے ڈرو اور طلب رزق مین میانہ روی اختیار کرو۔

اور جناب امیر علیہ السلام سے کلام حق تعالی کی جو قسمین منقول ہوئی ہین اُن مین

ومنه ما قذف فی قلوبهم	وہ چیز بھی مذکور ہی جسکو وہ انبیا کے دلون مین ڈالتا ہی

(۳) وہ آواز ہی جو صلصلۂ جرس (گھنٹے کی صدا) کی طرح پیدا ہوتی ہی چنانچہ صحیح بخاری مین لکھا ہی کہ حارث ابن ہشام نے حضرت رسول خدا صلعم سے عرض کی کہ

کیف یاتیك الوحی[1]	آپ پر وحی کیونکر آتی ہی۔

[1] مناقب مین پوری حدیث کو اس طرح نقل کیا ہی واما کیفیۃ نزول الوحی فقد سال الحرث بن هشام کیف یاتیك الوحی فقال احیانا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وهو اشده علی فینفصم عنی وقد وعیت ما قال واحیانا یتمثل لی الملك رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول اور اُسکا حاصل یہ ہی کہ حرث بن ہشام نے حضرت سے کیفیت وحی کو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ وہ مجھپر کبھی صلصلۂ جرس کی طرح نازل ہوتی ہی اور جب یہ حالت برطرف ہو جاتی ہی تو مین اُسکے معنون کو سمجھ لیتا ہون اور کبھی کوئی فرشتہ انسانی شکل مین میرے پاس آتا ہی اور مجھ سے ہم کلام ہوتا ہی پس مین اُسکے قول کو سمجھ لیتا ہون ۱۲

پس حضرت نے اُسکے جواب مین وحی کے آنے کو صلصلۂ جرس کے ساتھ اسطرح تشبیہ دی کہ

احیاناً یاتینی مثل صلصلة الجرس[1] وھو اشدہ علی۔

بعض اوقات وہ (وحی) مجھ پر صلصلۂ جرس کی طرح آتی ہی اور یہی قسم مجھ پر زیادہ شدید ہوتی ہی۔

بعض فضلا نے ایسی شدید وحی کے نازل ہونے کی وجہ مین اس طرح بیان کیا ہے

وکان کذلک لیجتمع عند ذلک فیکون اوعی ما یسمع

وحی کی یہ قسم اس لیے ہوتی تھی تاکہ حضرت کے ہوش وحواس اُسوقت مجتمع ہو جائین اور وحی کو ہمہ تن گوش ہوکر سماعت فرمائیں

اور علی بن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ

ان اھل السموات لم یسمعوا وحیا فیما بین ان بعث عیسیٰ بن مریم الی ان بعث محمد قلما ان بعث اللہ جبرئیل الی محمد سمع اھل السموات صوت وحی القرآن کوقع الحدید علی الصفا فصعق اھل السموات فلما فرغ من الوحی انحدر جبرئیل کلما مر باھل السماء فزع عن قلوبھم

جب اہل آسمان نے حضرت عیسیٰ کے بعد وحی کو نہ سنا تو حضرت رسول خدا کی بعثت کے ابتدائی زمانہ مین اُنھون نے قرآن کی وحی سے ایک صدائے عظیم کو سنا جو اُس آہن کی آواز سے مشابہ تھی جو سخت پتھر پر گرتا ہی۔ پس تمام اہل آسمان بیہوش ہو گئے جبکہ وحی تمام ہوئی اور حضرت جبرئیلؑ واپس آئے تو جس آسمان پر وہ پہونچتے تھے وہان کے رہنے والون کی دہشت کم ہو جاتی تھی۔

(۴) وہ ہی کہ فرشتہ نبی پر انسانی شکل مین ظاہر ہو جس طرح کہ حضرت جبرئیل دحیہ کلبی[2] کی شکل مین ہمارے حضرت کے پاس آیا کرتے تھے۔

---

[1] قال فی النہایة الصلصلة صوت الحدید اذا حرک یعنی صلصلہ سے آہن کی وہ آواز مراد ہی جو اُسکے متحرک ہونے کے وقت پیدا ہوتی ہی ۱۲

[2] منقول ہی کہ دحیۂ کلبی حسن وجمال مین اور لوگون سے ممتاز تھے ۱۲

(۵) وہ ہی کہ حضرت جبرئیل ع نبی پر اپنی اصلی[1] صورت مین نازل ہوتے تھے۔

(۶) وہ شی ہی جو نبی پر روشنی کی طرح ظاہر ہوتی تھی اور نبی آواز کو سنتے تھے اور کوئی صورت نہ دیکھتے تھے۔

(۷) وہ شی ہی کہ نبی کو فرشتہ کی آواز سنائی دے اور کوئی چیز دکھلائی نہ دے۔ حدیث[2] صحیح مین حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نازل ہونے سے پہلے اسباب نبوت کو دیکھتے تھے اور فرشتون کی باتون کو سنتے تھے یہان تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ پر نازل ہوے۔ اور حضرت نے اُنکو اُنکی اصلی صورت پر دیکھا۔

اور ایک حدیث مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ

كنا رقودا بالابطح ليس منا الا مسجى بثوبه علي وجهه علي بن ابي طالب عن يميني وجعفر بن ابي طالب عن يساري وحمزة بن عبد المطلب عند رجلي فما نبهني عن رقدتي غير حفيف اجنحة

حضرت رسول خدا ارشاد فرماتے ہین کہ مین ابطح[4] مین اپنی ہاتھ پر تکیہ کیے سوتا تھا اور علی میری داہنی طرف اور جعفر طیار میری بائین طرف اور حمزہ میرے پائینتی کی طرف سوتے تھے یکایک مین نے جبرئیل و میکائیل اور اسرافیل کے پانوُن کی آواز سنی جس سے مجھ کو ایک قسم کی دہشت

[1] منقول ہی کہ حضرت جبرئیل کے ۶۰۰ پر تھے اور اُنسے مروارید اور یاقوت گرتے تھے ۱۲ [2] حدیث صحیح سے وہ حدیث مراد ہی جسکو معصوم علیہ السلام سے فرقہ امامیہ کا کوئی ثقہ راوی نقل کرے ۱۲ [3] اصل روایت طولانی ہی اُسکے بعض الفاظ یہ ہین الرسول الذي ياتيه جبرئيل قبلا فيراه ويكلمه فهذا الرسول واما النبي فهو الذي يرى في منامه نحو رؤيا ابراهيم ونحو ما كان يرى رسول الله من اسباب النبوة قبل الوحي حتى اتاه جبرئيل من عند الله بالرسالة ۱۲

[4] ابطح سے پانی کی آمد و رفت کا وہ مقام مراد ہوتا ہی جس مین باریک باریک سنگریزے ہون۔

الملائكة وبرد ذراع علي بن ابيطالب	عارض ہوئی ہین نے سنا کہ جبرئیل سے اسرافیل پوچھتے
في صدري فانتبهت من رقدتي	تھے کہ ہم ان چار شخصون مین سے کس کی طرف مبعوث
وجبرئيل في ثلثة املاك يقول له احد	ہوے ہین پس جبرئیل نے میری طرف اشارہ کیا کہ ہم
الاملاك الثلثة يا جبرئيل الى اي هؤلاء	اونکی طرف مبعوث ہوے ہین جنکا نام محمدؐ ہی اور تمام پیغمبرون
الاربعة ارسلت فرفسني برجله فقال	سے بہتر ہین اور جو شخص کہ اونکی داہنی طرف سوتے
الى هذا قال ومن هذا يستفهمه فقال	ہین وہ اونکے بھائی اور وصی ہین اور جملہ اوصیا سے
هذا محمد سيد النبيين وهذا علي بن ابيطالب	بہتر ہین اور جو شخص کہ اونکی بائیین جانب سوتے ہین
سيد الوصيين وهذا جعفر بن ابيطالب	وہ جعفر پسر ابوطالب ہین جو بہشت مین دو پرون
له جناحان خضيبان يطير بهما في الجنة	سے پرواز کرینگے اور وہ چوتھے شخص حمزہ ہین جو
هذا حمزة بن عبد المطلب سيد الشهداء	سید الشہدا ہونگے۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ

كان جبرئيل ع اذا اتى	جب جبرئیل امین حضرت رسالت مآبؐ کے پاس آتے تھے
النبي ص قعد بين يديه	تو غلامون کی طرح حضرت کی خدمت مین بیٹھتے تھے۔ اور
قعدة العبد وكان	جب نازل ہوتے تھے تو بیرون خانہ اوس جگہ پر کھڑے
لا يدخل حتى	ہوتے تھے جسکو مقام جبرئیل کہتے ہین اور بدون اجازت
يستاذنه	داخل خانہ نہ ہوتے تھے۔

اور علی بن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ جبرئیل امین نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے حضرت اسرافیل کی نسبت عرض کیا کہ

هذا حاجب الرب واقرب	اسرافیل حاجب پروردگار ہین اور تمام مخلوق کی نسبت

خلق الله منه واللوح بين عينيه من یاقوتة حمراء فاذا تکلم الرب تبارک وتعالی بالوحی ضرب اللوح جبینه فنظر فیه ثم القی الینا نسعی به فی السموات والارض الخ	صدور وحی کی جگہ سے نزدیکتر ہین اور یاقوت سرخ کی ایک لوح اُنکی آنکھون کے درمیان رہتی ہی جبکہ حق تعالے کی طرف سے کوئی وحی صادر ہوتی ہی تو وہ لوح اُنکی پیشانی سے ٹکراتی ہی پس وہ لوح مین نظر کرتے ہین اور اُسکے احکام کو ہم پر القا کرتے ہین اور ہم اُسکو اطرات زمین اور آسمان مین پہونچاتے ہین۔

(۸) وہ معنی ہین جو نبی کے دل مین القا کیے جاتے ہین اور اُسکو الہام[سلہ] کے ساتھ تعبیر کرتے ہین چنانچہ حضرت رسولؐ خدا کی نسبت حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی کہ۔

ومایںطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ڈ	وہ اپنی خواہش نفسانی سے کوئی کلام نہین کہتے بلکہ جو کچھ کہتے ہین وہ اُنکو بذریعۂ الہام معلوم ہوتا ہی

(۹) قسم[سلہ] نبی پر کسی حقیقت کا منکشف ہونا اور نبی کا اُسکو اپنی مقدس روح سے مشاہدہ کرنا
(۱۰) قسم وہ پیچیدہ آواز ہی جو نبی کو مگس شہد کی طرح سنائی دیتی ہی جیساکہ روایت مین وارد ہوا ہی اور یہ کہ ہمارے حضرتؐ اُس سے خدا کی مراد کو دریافت کر لیتے تھے۔

سلہ جناب علیین مکان طاب ثراہ ارشاد فرماتے ہین کہ بظاہر لفظ وحی سے آیۂ شریفہ مین معنی عام مراد ہین جو الہام اور غیر الہام دونون کو شامل ہین اسکے علاوہ چونکہ اقسام وحی مین نفث فی الروع (دل مین القا ہونا) کا ذکر ہو چکا ہی اسلیے الہام کے علیحدہ مذکور ہونے کی کوئی وجہ نہین ہی کیونکہ نفث فی الروع اور قذف فی القلب (دل مین ڈالنا) اور الہام مین بظاہر کوئی فرق نہین ہی بلکہ وہ سب ایک ہی معنی کی مختلف تعبیرین معلوم ہوتی ہین ۱۲

سلہ جناب علیین مکان طاب ثراہ ارشاد فرماتے ہین کہ یہ قسم بھی قریب بالہام ہی البتہ اگر یہ مراد لی جائے کہ نبی اپنی قوت قدسیہ سے نظری امور کو بدیہیات اولیہ کی طرح جان لیتے تھے تو کہہ سکتے ہین کہ الہام اُسکی مغائر اور جداگانہ قسم ہی ۱۲

(۱۱) وہ کلام ہی جسکو حق تعالی پردۂ غیب سے بدون واسطہ کسی نبی پر بیداری کی حالت
مین متوجہ فرماتا ہی جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام کے لیے کوہ طور پر یا ہمارے حضرت
کے لیے شب معراج واقع ہوا تھا۔ منقول ہی کہ حضرت پر اُسوقت غشی (بیہوشی)
یا ایک حالت ایسی طاری ہوتی تھی جو غشی سے مشابہ ہوتی ہی اور حضرت کے جسم
مبارک سے پسینہ بہنے لگتا تھا اور حاضرین کو اُسکے مشاہدہ سے معلوم ہو جاتا تھا کہ
حضرت پر وحی نازل ہوئی ہی۔

عن ابی عبد الله قال قال بعض
اصحابنا اصلحك الله اكان رسول
الله يقول قال جبرئيل وهذا جبرئيل
يامرني ثم يكون في حال اخرى
يغمى عليه قال فقال ابو عبد الله انه
اذا كان الوحي من الله اليه ليس بينهما
جبرئيل اصابه ذلك لثقل الوحي من
الله واذا كان بينهما جبرئيل لم
يصبه ذلك فقال قال لي جبرئيل
وهذا جبرئيل

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بعض اصحاب
نے سوال کیا کہ اسکی کیا وجہ ہی کہ بعض اوقات تو حضرت
رسولؐ خدا یہ فرماتے تھے کہ مجھ سے جبرئیل نے کہا ہی اور یہ
جبرئیلؑ مجھ کو حکم کرتے ہین اور پھر دوسری حالت مین حضرت
پر بیہوشی طاری ہوتی تھی پس حضرت نے ارشاد فرمایا کہ
رسولؐ خدا پر یہ حالت اُسوقت طاری ہوتی تھی جبکہ حقتعالے
حضرت پر بدون توسط فرشتہ وحی کو بھیجتا تھا اس لیے
کہ اس حالت مین حضرت کو اُس (وحی) کی گرانی محسوس
ہوتی تھی اور جبکہ جبرئیل امینؑ آتے تھے تو اس قسم
کی حالت طاری نہ ہوتی تھی اور اسی صورت مین حضرت
فرماتے تھے کہ مجھ سے جبرئیلؑ نے کہا ہی اور یہ جبرئیل ہین۔

اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ حیات القلوب مین فرماتے ہین کہ حدیث معتبر مین حضرت
امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہی کہ انبیاء پر جو وحی نازل ہوتی تھین اُسکی

کئی قسمین تھین کبھی فرشتے بھیجے جاتے تھے اور کبھی حق تعالیٰ اُنکے ساتھ خود ہمکلام ہوتا تھا اور کوئی درمیانی نہ ہوتا تھا اور جناب امیرؑ سے وحی کی کئی قسمین منقول ہین (۱) وحی نبوت (۲) وحی الہام (۳) وحی اشارہ (۴) وحی تقدیر (۵) وحی امر (۶) وحی کذب (۷) وحی خبر اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ

قال رسول اللہ من این تاخذ الوحی فقال اخذہ من اسرافیل فقال ومن این یاخذہ اسرافیل قال یاخذہ من ملک فوقہ من الروحانیین قال فمن این یاخذہ ذلک الملک قال یقذف فی قلبہ قذفا	آپ نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت فرمایا کہ تم وحیؔ کو کہان سے حاصل کرتے ہو اُنھون نے جواب دیا کہ اسرافیلؑ سے حضرتؐ نے پوچھا کہ اسرافیلؑ کہان سے لیتے ہین اُنھون نے عرض کیا کہ وہ اُس روحانی فرشتہ سے حاصل کرتے ہین جو اُن سے بلند تر ہے حضرتؐ نے پوچھا کہ وہ فرشتہ کہان سے لیتا ہے اُنھون نے عرض کیا کہ اُسکے دل مین القا ہوتا ہے۔

اور حضرت کے لیے مراد خدا کے معلوم ہونے کی مختلف صورتین تھین جیسے وحی۔ نبوت جبرئیلؑ کی معرفت۔ کسی دوسرے فرشتہ کی معرفت۔ علم ضروری کا دل مین پیدا ہوجانا۔ باوجودیکہ حضرت جبرئیلؑ فرشتہ مقرب اور فرستادہ خدا ہین اور قسم جن یا جنس شیطان سے نہین ہین چنانچہ حق تعالیٰ جبرئیل مین علم ضروری کو پیدا کرتا ہے کہ یہ کلام خدا ہے یا اُنکے ہاتھون پر خوارق عادت ظاہر ہوتے ہین جس طرح کہ انبیا کی تصدیق کے لیے ظاہر ہوتے ہین بہرحال دونون صورتین صحیح ہوسکتی ہین۔

بہرحال عرف شرع مین لفظ وحی کا جبکہ وہ نبی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو جملہ اقسام مذکورۂ بالا پر اطلاق ہوتا ہے اور اُن مین سے بھی نہین معنون پر اُس (لفظ وحی) کا

زائد اطلاق ہوتا ہی۔

اول آواز کا خدا کی طرف سے آنا اور نبی کا اُسکو سننا۔

دوم فرشتہ کا خدا کی طرف سے آنا اور نبی سے باتین کرنا۔

سوم کسی مضمون کا نبی کے دل مین ڈالا جانا اور اسکو القاء اور الہام کے ساتھ بھی تعبیر کرتے ہین۔

بلکہ ظاہر قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہی کہ وحی خدا جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی تھی وہ تین ہی قسمون مین منحصر تھی۔

اول۔ الہام جس سے کسی مطلب کا نبی کے دل مین ڈال دینا مراد ہی خواہ بیداری مین ہو یا خواب مین۔

دوم۔ حق تعالیٰ کا بدون واسطہ کلام کرنا۔

سوم۔ فرشتہ کا بھیجنا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی۔

---

۵۷ خصوص قرآن مجید مین لفظ وحی کا غیر انبیاء کی نسبت بھی مستعمل ہوا ہی جیسا کہ۔

و اوحینا الی ام موسی	حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی کی۔
اور اس مقام پر وحی سے الہام مراد ہی۔	
اور کبھی اُس (وحی) کا امر کے معنی مین بھی استعمال ہوتا ہی جیسے	حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ
و اوحیت الی الحواریین ۵	مین نے حواریون کی طرف وحی بھیجی۔
اور کبھی اُسکا شعور طبعی مین بھی استعمال ہوتا ہی جیسے	حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ
و اوحی ربک الی النحل	تمھارے پروردگار نے مگس شہد کی طرف وحی کی

یعنی اُس مین طبعی شعور رکھا گیا ہی کہ وہ پہاڑون مین اپنے گھر بنائے اگرچہ لفظ وحی کا باعتبار لغت ان جملہ معانی پر اطلاق کرنا صحیح ہی لکن شریعت سے اُسکا انقطاع وحی کے بعد کسی غیر نبی کے حق مین استعمال کرنے کی ممانعت ثابت ہو چکی ہی جیسا کہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہی ۱۲

ماکان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنه ما یشاء۔

کہ کسی بشر سے حق تعالی کلام نہین کر سکتا مگر یہ کہ الہام کرے یا پس پردہ سے کلام کو پیدا کرے یا کسی فرشتہ کو بھیجدے جو وحی کو اُس تک پہونچائے۔

پس قول واجب تعالی الا وحیا سے الہام کرنا یا حالت خواب مین القا کرنا مراد ہی اور قول حق تعالی او من وراء حجاب سے بدون واسطہ کلام کا کسی جسم مین پیدا کردینا مراد ہی جس طرح کہ حق تعالی نے کوہ طور مین حضرت موسیٰ کے لیے شب معراج کسی جسم مین ہمارے حضرت کے لیے کلام کو پیدا کردیا تھا اور قول حق تعالی او یرسل رسولا الخ سے فرشتہ کا بھیجنا اور اُسکے واسطہ سے کلام کرنا مراد ہی چنانچہ اس آیۂ شریفہ کی تفسیر مین علامۂ طبرسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہین کہ

وما کان لبشر ان یکلمه الله ای لیس لاحد من البشر ان یکلمه الله الا ان یوحی الیه وحیا وهو داود اوحی فی صدره فزبر الزبور او من وراء حجاب ای ویکلمه من وراء حجاب وهو موسی او یرسل رسولا وهو جبرئیل رسل الی محمد فیوحی باذنه ما یشاء رسالة ملئکته بکتبه وکلامه لیبلغوا ذلک عنه عباده

کسی بشر کے لیے یہ امر صحیح نہین ہی کہ حق تعالی اُس سے کلام کرے مگر یہ کہ اُسکے دل مین الہام کرے جیسا کہ حضرت داؤد کے لیے کیا گیا تھا جسکے بعد اُنھون نے زبور کو لکھا تھا یا اُسکے لیے پس پردہ کسی آواز کو پیدا کردے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے لیے کیا گیا تھا یا اُسکے پاس فرشتہ (جبرئیل) کو پیغام لیکر بھیجدے جیسا کہ حضرت کے لیے کیا گیا تھا تاکہ وہ اُسکے حکم سے جس چیز کو پہونچانا چاہتا ہی اُس کو بندون تک پہونچادے۔

اور علامۂ مجلسی علیہ الرحمہ کی بحار الانوار جلد ششم تفسیر آیۂ مذکورۂ بالا مین جو عبارت مرقوم ہی اُسکا حاصل درج ذیل ہوتا ہی کہ

(ماکان لبشر) ای لا یصح لبشر ان

کسی بشر کے لیے صحیح نہین ہی کہ حق تعالی اُس سے کلام کرے

يكلمه الله الا وحيا) اى الهاما
وقذفا فى القلوب او القاء فى المنام
(او من وراء حجاب ١٢) اى يكلمه
من وراء حجاب كما كلم موسى
بخلق الصوت فى الطور وكما
كلم نبينا م فى المعراج وهذا اما
على سبيل الاستعارة والتشبيه
فان من يسمع الكلام ولا يرى
المتكلم يشبه حاله بحال من يكلم من
وراء حجاب والمراد بالحجاب الحجاب
المعنوى من كماله تعالى ونقص الممكنات
ونوريته تعالى وظلمانية غيره كما سبق
تحقيقه فى كتاب التوحيد (او يرسل رسولا
اى ملكا فيوحى باذنه ما يشاء) فظهر
ان وحيه تعالى منحصر فى اقسام ثلثة اما
بالالهام والالقاء فى المنام او بخلق الصوت
بحيث يسمعه الموحى اليه او بارسال الملك

مگر یہ کہ الہام کرے اور دلون مین ڈال دے یا خواب مین
القا کرے یا پس پردہ سے کلام کرے جس طرح کہ حضرت
موسیٰ سے طور مین آواز کے پیدا کر دینے کے ساتھ کلام کیا
تھا یا جس طرح کہ ہمارے نبیؐ سے شب معراج کلام کیا تھا اور
یہ کلام یا تو بر سبیل استعارہ و تشبیہ ہی اس لیے کہ جو شخص
کلام کو سنتا ہی اور متکلم کو نہین دیکھتا اُسکا حال اُس شخص سے
مشابہت رکھتا ہی جو پس پردہ سے کلام کرتا ہی یا حجاب
سے حجاب معنوی (کمال خدا اور نقصان ممکنات اور نوریت
خدا اور ظلمانیت مخلوقات) مراد ہی جسکی تحقیق کتاب
التوحید مین گذر چکی ہی۔ یا کسی فرشتہ کو بھیجدے تا کہ وہ
اُسکی اجازت سے جس پیغام کو وہ پہونچانا چاہتا ہے
پہونچادے پس (اس بیان سے) ظاہر ہوا کہ حق تعالیٰ کی
وحی تین قسمون مین منحصر ہی الہام کرنا اور خواب مین القا
کرنا یا آواز کا اس طرح پیدا کر دینا کہ وہ شخص (جسکے پاس
وحی بھیجی گئی ہی) سن لے یا فرشتہ کو بھیجدے۔ اور فرشتہ کا
علم بھی اقسام مذکورہ مین سے کسی ایک قسم کے ساتھ
حاصل ہوگا اور پہلے فرشتہ کا علم اُن مین سے فقط دو قسمونکے[1]

[1] اول الہام والقا کر دینا دوم بدون واسطہ کلام کا حادث کر دینا۔ اور تیسری قسم اس مقام پر نہین ہو سکتی ورنہ تسلسل اور خلاف مفروض لازم آئیگا اس لیے کہ مرسل کا پہلا فرشتہ ہونا فرض کیا گیا ہی پس کسی فرشتہ کا اُس سے پہلے فرض کرنا صحیح نہ ہوگا ١٢

وعلم الملك ايضاً يكون على هذه الوجوه والملك
الاول لايكون علمه الا بوجهين منها وقد
يكون بان يطالع فى اللوح

ساتھ حاصل ہوگا اور کبھی اُس رہنے فرشتہ، کے علم کا
لوح محفوظ کے مطالعہ کرنے سے حاصل ہونا بھی جائز
ہوگا۔

اس عبارت سے وحی کا فقط تین قسمون مین منحصر ہونا بصراحت معلوم ہوا پس بعض
علماسے جو بہت سی قسمین نقل کی گئی ہین وہ سب انھین تین قسمون پر کچھ خصوصیتون
کے اضافہ کردینے سے حاصل ہوتی ہین اور وہ دراصل جداگانہ قسمین نہین ہین
اور اس آیۂ شریفہ مین اگرچہ الہام اور القا کا اقسام وحی مین شمار ہوا ہی لکن
ظاہر یہ ہی کہ وحی سے الہام[1] کا لفظ عام ہی پس اصطلاح مین وحی کا لفظ نبی کے
ساتھ مخصوص ہی اور الہام کا نبی اور غیر نبی دونون مین استعمال ہوتا ہی۔
ہماری مختصر تقریر سے معلوم ہوا کہ وحی والہام کے ذریعہ سے جو ربانی تعلیم کا ایک
مافوق الفطرہ طریقہ ہی حق تعالیٰ اپنے احکام کو انبیا علیہم السلام تک پہونچاتا
ہی اور جو شخص کہ غالب اوقات اُن (احکام) کو خدا کی طرف سے لیکر انبیاء
علیہم السلام کے پاس آتا ہی وہ مقرب فرشتہ ہی جسکا نام جبرئیل امین ہی اور یہ کہ
وحی والہام کوئی فطری یا طبعی طریقہ نہین ہی جو خود بخود انسان مین موجود ہوتا ہی
اور اسی طرح جبرئیل امین کسی انسانی قوت کا نام نہین ہی بلکہ وہ مقرب فرشتہ ہی
جسکو حق تعالیٰ نے اپنے اور پیغمبرون کے درمیان سفیر قرار دیا ہی اور انبیاء
علیہم السلام کو ربانی وحی والہام ہی کے ذریعہ سے غیب کے حالات معلوم

---

[1] لفظ الہام کا لفظ وحی کی طرح طبعی شعور مین بھی استعمال ہوتا ہی چنانچہ قرآن مجید مین حق تعالیٰ ارشاد
فرماتا ہے فالهمها فجورها وتقواها یعنی پروردگار عالم نے نفس کو اُسکی برائی اور بھلائی کا
الہام دیا ۱۲

ہوتے تھے اور اُنکی پیشینگوئیان صحیح ہوتی تھین اور ان امور پر جملہ اہل اسلام کا اتفاق ہی اور یہ کہ وحی والہام کا ربانی کرشمہ ہونا اور فرشتون کا اجسام نورانیہ اور مقرب بارگاہ ہونا اور اُن مین زمین وآسمان پر اُترنے اور چڑھنے کی قوت کا موجود ہونا ضروریٔ دین ہی اور ان امور مین شبہہ کرنا جائز نہین ہی اور اُن سے انکار کرنے والا محض بے دین اور پکا ملحد ہی اس لیے کہ فرشتون کے موجود ہونے پر جملہ انبیا علیہم السلام کا اتفاق ہی چنانچہ امام رازی لکھتے ہین کہ

لانزاع البتة بين الانبياء ع في اثبات الملائكة بل ذلك كالامر المجمع عليه بينهم (تفسیر کبیر)	فرشتون کے اثبات مین مابین انبیاء نزاع نہین ہے بلکہ وہ انبیاء ع کے نزدیک مثل اُس امر کے ہے جس پر اُن سب کا اجماع ہو۔

اسکے علاوہ[1] یہ ہی کہ حق تعالی نے قرآن مجید مین فرشتون کے اصناف مین کئی صنفون کا ذکر کیا ہی **پہلی صنف** حاملان عرش ہین چنانچہ حق سبحانہ وتعالی ارشاد فرماتا ہے

ويحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية ۲۹ الحاقہ ۵	اور اُس روز تیرے پروردگار کے عرش کو اُنکے اوپر آٹھ فرشتے اُٹھائینگے۔

دوسری صنف وہ فرشتے ہین جو عرش کے گرد احاطہ کیے ہوے ہین چنانچہ حقتعالی فرماتا ہے

وترى الملائكة حافين من حول العرش يسبحون بحمد ربهم ۵	تم فرشتون کو عرش کے گرد احاطہ کرنے والے دیکھو گے وہ اپنے پروردگار کی حمد مین تسبیح کرتے ہین۔

تیسری صنف اکابر ملائکہ ہین جن مین حضرت جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام بھی داخل ہین اور حق تعالی نے اُنکو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہی چنانچہ ارشاد فرماتا ہی

من كان عدوا لله وملائكته ورسله وجبريل وميكال فان الله عدو	جو شخص خدا اور اُسکے فرشتون اور اُسکے رسولون اور جبرئیل ومیکائیل کا دشمن ہوگا تو خدا کافرون کا

[1] ان مطالب کو امام رازی نے تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۳۰۷ مین ذکر کیا ہی اور ہم نے انکو فی الجملہ تغیر دیکر یہان درج کیا ہی

بعد ازان حق تعالی نے حضرت جبرئیلؑ کو چند امرون کے ساتھ موصوف کیا ہی

اوصاف جبرئیل

اول یہ کہ وہ انبیا پر خدا کی وحی پہونچاتے ہین چنانچہ حق سبحانہ وتعالی ارشاد فرماتا ہی

نزل بہ الروح الامین علی قلبک　اُسکو روح امین نے تیرے دل پر اُتارا ہی۔

دوم یہ کہ حق تعالی نے اُنکو قرآن مین باقی فرشتون سے پہلے ذکر کیا ہی چنانچہ فرماتا ہی

قل من کان عدوا لجبریل الآیۃ بقر　تم کہدو (ای محمد) کہ جو شخص جبرئیلؑ کا دشمن ہو الخ

اسکے علاوہ یہ ہی کہ حضرت جبرئیلؑ صاحب وحی وعلم ہین اور حضرت میکائیل صاحب رزاق واغذیہ ہین اور علم جو روحانی غذا ہی وہ جسمانی غذا سے اشرف ہی پس ضرور ہوا کہ حضرت میکائیلؑ سے حضرت جبرئیلؑ اشرف ہون۔

سوم یہ کہ حق تعالی نے اُن (حضرت جبرئیلؑ) کا اپنی مقدس ذات کے ساتھ ہی ذکر فرمایا ہی

فان اللہ ہو مولاہ وجبریل وصالح المومنین　اللہ اُسکا مولی ہی اور جبرئیلؑ اور صالح المومنین

چہارم یہ کہ حق تعالی نے اُنکو روح القدس قرار دیا ہی چنانچہ حضرت عیسیؑ کے حق مین فرماتا ہی

اذ ایدتک بروح القدس ڈ مائدہ　جب مین نے تم کو روح القدس سے ساتھ موید کیا۔

پنجم یہ کہ وہ (حضرت جبرئیلؑ) ہزار فرشتون کے ساتھ اولیاء خدا کی نصرت کرتے اور اعداء خدا کو مقہور کرتے ہین۔

ششم یہ کہ حق تعالی نے اُن (حضرت جبرئیلؑ) کو اپنے اس ایک قول مین کہ

انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین ڈ تکویر	وہ رسول کریم کا قول ہی جو صاحب قوت ہی اور صاحب عرش کے نزدیک رفیع القدر ہی اور فرشتے اُسکی اطاعت کرتے ہین اور امین ہی۔

چھہ صفتون کے ساتھ موصوف کیا ہی۔

پس پہلی صفت رسالت ہی کہ حق تعالی نے اُنکو جملہ انبیا کے پاس اپنا پیغامبر

بناکر بھیجا ہی اس صورت مین جملہ انبیا اُنکی امت ہونگے۔

دوسری صفت کرم ہی اور اُنکے پیش خدا کریم (بزرگ) ہونے کے لیے اسیقدر کافی ہی کہ حق تعالی نے اُنکو اپنے اور انبیاءع کے درمیان جو اُسکے بندون مین اشرف ہین واسطہ اور سفیر قرار دیا ہی۔

تیسری صفت قوت ہی جسکے لیے اسی قدر کافی ہی کہ اُنھون نے حضرت لوطؑ کی قوم کے شہرون کو بلند کرکے اُلٹا کر دیا تھا۔

چوتھی صفت مکانت ہی اور اُنکی رفعت قدر کے لیے اسی قدر کافی ہی کہ حق تعالے نے اُنکو قول فان الله هو مولاه وجبريل وصالح المؤمنين مین اپنی ذات مقدسہ کا تالی (دوسرا) قرار دیا ہی۔

پانچوین صفت اُنکا مطاع ہونا جسکے لیے اسی قدر کافی ہی کہ جملہ فرشتے اُنکے مطیع و منقاد ہین اور وہ اُن سب کے پیشوا اور مقتدا ہین۔

چھٹی صفت اُنکا امین ہونا جسکا ذکر حق تعالیٰ اپنے اس قول مین فرماتا ہے کہ

نزل به الروح الامين	اُس (قرآن) کو روح امین نے تمھارے دل پر اُتارا
على قلبك لتكون من المنذرين	ہی تاکہ تم لوگون کو عذاب خدا سے ڈراؤ۔

اور منجملہ اکابر ملائکہ حضرت اسرافیلؑ و حضرت عزرائیلؑ ہین جنکا موجود ہونا اخبار و احادیث سے ثابت ہوچکا ہی۔ اور اسی طرح حدیث سے یہ امر بھی ثابت ہوچکا ہی کہ حضرت عزرائیلؑ سے ملک الموت مراد ہین چنانچہ حق تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ

قل يتوفاكم ملك الموت	تم کہدو کہ ملک الموت تمھاری روحون کو قبض کریگا
الذى وكل بكم ۱۱ سجده	جو تم پر موکل کیا گیا ہی

اور یہ جو حق سبحانہ و تعالی نے قبض روح کے متعلق قرآن مجید مین بیان فرمایا ہی کہ

حتى اذا جاء احدكم الموت	جب تم مین سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہی تو اُسکی

تی فتہ رسلنا ۵ ئ انعام	روح کو ہمارے رسول قبض کر لیتے ہین۔

تو اس سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہی کہ حق تعالی کی طرف سے کچھ فرشتے قبض ارواح کے لیے مقرر ہوے ہین پس ممکن ہی کہ حق تعالی نے ملک الموت کو فرشتون کی ایک جماعت کا رئیس قرار دیا ہو اور وہ (جماعت) قبض ارواح کے لیے مقرر کی گئی ہو چنانچہ حق سبحانہ وتعالی قرآن مجید مین ارشاد فرماتا ہے کہ

ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم ۵ ئ سورۂ انفال	اگر تم کافرون کو اُس حالت مین دیکھتے کہ فرشتے اُنکی روحون کو قبض کرتے ہین اور اُنکے چہرون اور پشتون پر ضرب لگاتے ہین (تو تم امر عجیب کا مشاہدہ کرتے)

اسی طرح حضرت اسرافیل بھی نہایت جلیل القدر فرشتہ ہین جنکا اخبار و احادیث سے صاحب صور ہونا ثابت ہی چنانچہ حق تعالی قرآن مجید مین ارشاد فرماتا ہے

حضرت اسرافیل کا ذکر

ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون ۵ ئ زمر	اور صور پھونکا جائیگا پس جو لوگ کہ آسمانون مین اور جو لوگ کہ زمین مین ہین وہ مرجائینگے سوا اُن لوگون کے جنکا باقی رکھنا خدا کو منظور ہوگا پھر دوسری دفعہ صور پھونکا جائیگا اور تمام مردے کھڑے ہوکر انتظار کرنے لگینگے

چوتھی صنف ملائکہ جنت (بہشت کے فرشتے) ہین چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی کہ

والملائکۃ یدخلون علیھم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ۵ ئ رعد	اہل بہشت پر ہر ایک دروازہ سے فرشتے داخل ہونگے اور اُن سے کہینگے کہ تم پر تمھارے صبر کے عوض سلام ہو پس (اُس) گھر کا کیا اچھا انجام ہی۔

پانچوین صنف ملائکہ جہنم (دوزخ کے فرشتے) ہین چنانچہ حق تعالی ارشاد فرماتا ہی

علیھا تسعۃ عشر ۵ ۲۹/۱۵ مدثر	اُس (دوزخ) پر اُنیس فرشتے مؤکل ہین

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہی کہ

وما جعلنا اصحاب النار الا ملائكة	ہم نے اصحاب دوزخ نہین مقرر کیے مگر فرشتے۔

اور ان فرشتون کے سردار مالک ہین چنانچہ حق سبحانہ وتعالی ارشاد فرماتا ہے

ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک ۲۵/۱۳ زخرف	اور اہل دوزخ ندا کرینگے ای مالک ہماری خواہش ہی کہ تمھارا پروردگار ہم کو مار ڈالے (تاکہ ہم عذاب سے بچین)

اور ملائکہ جہنم کا نام زبانیہ ہے چنانچہ حق تعالی قرآن مجید مین ارشاد فرماتا ہی

فلیدع نادیہ سندع الزبانیۃ ۳۰/۲ علق	وہ (ابوجہل) اپنے اہل مجلس کو بلالے ہم زبانیہ (ملائکہ دوزخ) کو بلا ئینگے۔

چھٹی صنف وہ فرشتے ہین جو بنی آدم پر مؤکل ہین چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی کہ

عن الیمین وعن الشمال قعید ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید ۲۶/۱۶ حجرات	داہنی طرف سے ایک فرشتہ اور بائین طرف سے ایک فرشتہ بیٹھا رہتا یا ہمیشہ اسکے ساتھ رہتا ہی (یہ شخص) کسی کلمہ کے ساتھ گویا نہین ہوتا مگر یہ کہ اُسکے پاس ایک حافظ فرشتہ حاضر رہتا ہی (جو اُسکی نیکی یا بدی کو لکھتا ہی)

اور حق تعالی دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہی کہ

لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ ۱۳/۱۸ رعد	اُسکے لیے یکے بعد دیگرے وارد ہونے والے فرشتے ہین جو سامنے اور پیچھے سے بحکم خدا اُسکی حفاظت کرتے ہین

اور تیسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہی کہ حق سبحانہ تعالی

وھو القاھر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ ۷/۱۴ انعام	اپنے بندون پر غالب ہی اور تم پر حفاظت کرنیوالے فرشتے بھیجتا ہی۔

ساتوین صنف وہ فرشتے ہین جو اعمال کو لکھتے ہین چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے

وان علیکم لحافظین کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون ۳۰/۱ انفطار	اور تم پر حفاظت کرنے والے بلند مرتبہ (اعمال کے) لکھنے والے فرشتے مقرر ہین جو تمھارے افعال کو جانتے ہین۔

آٹھوین صنف وہ فرشتے ہین جو احوال عالم پر موکل ہین جنکی نسبت حقتعالی فرماتا ہو

والصافات صفا والزاجرات زجرا فالتالیات ذکرا ۲۳/۵ والصافات

کہ قسم ہو اُن فرشتون کی جو صف باندھنے والے اور روک ٹوک کرنے والے اور تلاوت کرنے والے ہین۔

اور اُنھین کی نسبت دوسرے مقام پر اس طرح ارشاد فرماتا ہو

والذاریات ذروا فالحاملات وقرا فالجاریات یسرا فالمقسمات امرا انما یوعدون لصادق ۲۶/۱ والذاریات

قسم ہو اُڑانے والی ہواؤن کی پھر قسم ہو بوجھ اُٹھانے والے بادلون کی پھر آسانی سے بہنے والی کشتیون کی پھر امور کے تقسیم کرنے والے فرشتون کی کہ (ثواب عذاب کا) جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہو وہ سچ ہو۔

اور ابن عباس سے منقول ہو کہ حق تعالی نے حفاظت کرنے والے فرشتونکے علاوہ بھی کچھ ایسے فرشتے پیدا کیے ہین جو درختون سے گرنے والے پتون کو لکھتے ہین پس جبکہ کسی جنگل مین تم کو کوئی دقت پیش آئے تو فرشتگان خدا کو مخاطب کرکے اس طرح پکارو

اعینوا عباد اللہ یرحمکم اللہ — ای بندگان خدا ہماری مدد کرو خدا تم پر رحم کرے۔

مذکورۂ بالا تقریرات سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہوتا ہو کہ حق تعالی نے فرشتون کو نظم عالم کے لیے پیدا کیا ہو اور یہ کہ اُن کو مختلف عہدون اور جداگانہ خدمتون پر مامور کیا ہو اور یہ کہ وہ اپنے ذاتی کمالات اور فضائل مین عام انسانون سے ممتاز ہین اور حق تعالی نے اُنکو جو قوتین عطا کی ہین وہ باقی مخلوقات کو عطا نہین کین اس مقام پر امام رازی نے فرشتون کے جن اوصاف اور کمالات کو بیان کیا ہو اُنکا بطور اجمال وارد کرنا مناسب ہو اور وہ کئی وصف ہین۔

پہلا وصف اُنکا رسول ہونا چنانچہ حق تعالی اپنی مقدس ذات کی مدح مین فرماتا ہو

لہ امام رازی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہو کہ ان چارون آیتون مین فرشتے ہی مراد ہین اور بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہو کہ ان مین فقط ہوائین مراد ہین اور بعض حدیث سے ثابت ہوتا ہو کہ ذاریات سے ہوائین اور حاملات سے بادل و جاریات سے کشتیان اور مقسمات سے فرشتے مراد ہین اور کتاب مین اسی حدیث کے موافق ترجمہ کیا گیا ہو۔

جاعل الملائكة رسلاہ پ۲۲ فاطر | وہ (خدا) فرشتون کو رسول مقرر کرنے والا ہے

اس آیۂ شریفیہ سے جملہ ملائکہ کا رسول ہونا ثابت ہوتا ہی اس لیے کہ لفظ ملائکہ پر الف لام داخل ہی جو عموم کا فائدہ دیتا ہی۔ اور اسی طرح حق تعالی دوسری آیہ مین فرماتا ہی کہ

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا | حق تعالی ملائکہ مین سے رسولون کو منتخب کرتا ہے

اور اس آیۂ شریفہ مین لفظ من بیان کے لیے آیا ہی اور تبعیض کے لیے نہین ہی پس یہ اعتراض نہین کرسکتے کہ اس مین فقط بعض ملائکہ کا رسول ہونا ثابت ہوتا ہی۔

دوسرا وصف اُن (فرشتون) کا مقرب ہونا چنانچہ حق تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ

ومن عندہ لا یستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون ہ پ۱۷ انبیاء	جو بندے اُسکے قریب ہین وہ اُسکی عبادت سے تکبر نہین کرتے اور یہ کہ وہ تھکتے نہین۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہی۔

بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون ہ	وہ (فرشتے) محترم بندے ہین اور وہ کسی بات مین خدا پر سبقت نہین کرتے اور اُسکے حکم پر عمل کرتے ہین

اور تیسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے

یسبحون اللیل والنہار لا یفترون ہ	وہ رات دن خدا کی تسبیح کرتے ہین اور تھکتے نہین

تیسرا وصف اُنکا مطیع پروردگار ہونا چنانچہ حق تعالی نے ملائکہ کی زبانی نقل کیا ہی

ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک ہ	ہم تیری تسبیح اور تقدیس کرتے ہین

اور دوسرے مقام پر بھی قرآن مجید مین اُنھین (ملائکہ) کی زبانی نقل فرمایا ہے

وانا لنحن الصافون وانا لنحن المسبحون ہ پ۲۳ ع۹ والصافات	ہم صف باندھنے والے ہین اور ہم تسبیح کرنے والے ہین۔

اور چونکہ حق تعالی نے اس قول مین اُنکی تکذیب نہین کی لہذا ثابت ہوا کہ وہ ہمیشہ عبادت مین مشغول رہتے ہین۔

اسی طرح حق تعالی نے اُنکی نسبت قرآن مجید مین ارشاد فرمایا ہی

فسجد الملائکة کلهم اجمعون ﴿	جملہ فرشتون نے (آدم) کو سجدہ کیا

جس سے معلوم ہوا کہ وہ احکام الٰہی پر عمل کرنے مین ہرگز تاخیر نہین کرتے بلکہ اُنکو فوراً بجالاتے ہین۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے قرآن مجید مین ارشاد فرمایا ہے کہ

لا یسبقونه بالقول وهم بامره یعملون ﴿ ۱۷ انبیاء	وہ کسی شی کو بدون اُسکے امر اور وحی کے عمل مین نہین لاتے ہین۔

جیسا کہ ابھی مذکور ہو چکا ہی۔
اسی طرح حق تعالی نے اُنکو حد درجہ کی قدرت اور قوت کے ساتھ موصوف کیا ہی چنانچہ حاملان عرش کی نسبت جنکا عدد فقط آٹھ مین منحصر ہی ارشاد فرماتا ہی کہ وہ عرش اور کرسی کو اُٹھائے ہوئے ہین اور کرسی جو عرش اعظم سے کہین چھوٹی ہی وہ باقی ساتون آسمانون سے بڑی ہی اس لیے کہ حق تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ۔

وسع کرسیه السموات والارض ﴿	اُسکی کرسی آسمانون اور زمین کی گنجائش رکھتی ہے

اسی طرح عرش اعظم کی بلندی اسقدر ہی جس تک وہم بھی نہین پہونچتا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے

تعرج الملائکة والروح الیه فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة ﴿	ملائکہ اور روح اُس تک ایک دن مین عروج کرتے ہین جسکی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

باوجود اسکے وہ ایک لحظہ مین اُتر آتے ہین۔ اسی طرح حق تعالی ارشاد فرماتا ہی

ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء الله ثم نفخ فیه اخری فاذا هم قیام ینظرون ﴿ ۲۴ زمر	اور صور پھونکا جائیگا پس جملہ آسمانون اور زمین کے رہنے والے ہلاک ہو جائینگے سوا اُن لوگون کے جنکے باقی رکھنے سے خدا کی مشیت متعلق ہوگی پھر دوسری دفعہ صور پھونکا جائیگا تو سب کے سب کھڑے ہو کر حکم الٰہی کا انتظار کرینگے۔

ب۱۴ حجر
پ۳ بقر
پ۲۹ معارج

پس صاحب صور (اسرافیلؑ) کی فقط ایک پھونک سے تمام آسمانون اور زمین کے لوگ مرجائینگے اور اُنکے دوسرے نفخہ سے سب کے سب زندہ ہوجائینگے اب اس قوت کی عظمت کا کون اندازہ کرسکتا ہی۔

اسی طرح حضرت جبرئیلؑ کی قوت کی یہ حد تھی کہ اُنھون نے حضرت لوط کی امت اور پہاڑون اور شہرون کو ایک ہی دفعہ مین اُکھاڑ لیا تھا جسکا ذکر ہوچکا ہی۔

اسی طرح حقتعالی نے اُنکو غایت خوف کے ساتھ بھی موصوف کیا ہی پس وہ باوجود کثرت عبادت اور طول طاعت کے پروردگار عالم سے ہمیشہ ڈرتے رہتے ہین گویا کہ وہ اپنے عبادات کو معاصی سمجھتے ہین چنانچہ حق تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ

وهم من خشيته مشفقون ۵ ۲۷ انبیاء | اور وہ (فرشتے) اُس (خدا) کے خوف سے ڈرتے رہتے ہین

اور اس مقام پر آیات و احادیث کا نقل کرنا بخیال طول قرین مصلحت نہین ہے البتہ اس مقام پر جناب امیر المومنین علیہ السلام کے اُس مقدس کلام کا نقل کرنا مصلحت ہی جس مین آپ نے اوصاف ملائکہ اور اُنکے اصناف کا ذکر فرمایا ہی اور اُسکو امام رازی نے اپنی تفسیر مین وارد کیا ہی اور اُسکی تعریف مین کہا ہے کہ

انه ليس بعد كلام الله وكلام رسوله كلام في وصف الملائكة اعلى واجل من كلام امير المؤمنين علي عليه السلام	کلام خداوند عالم عزاسمہ اور کلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد فرشتون کے وصف مین کوئی کلام حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے کلام سے اعلی اور برتر نہین ہی۔

چنانچہ حضرت کی عین عبارت مع حاصل ترجمہ ذیل مین مندرج کیجاتی ہی آپ فرماتے ہین

ثم فتق ما بين السموات العلى فملأهن اطوارا من ملائكته فمنهم سجود لا يركعون وركوع	پھر حق تعالی نے آسمانون مین کشادگی کو حادث کیا اور اُنکو انواع و اقسام کے فرشتون سے پُر کردیا۔ پس اُن مین سے بعض فرشتے ایسے ہین جو ہمیشہ سجدہ ہی مین

لاینتصبون وصافون لایتزائلون
ومسبحّون لایسأمون لایغشاهم
نوم العیون ولا سهو العقول
ولا فترة الابدان ولا غفلة
النسیان ومنهم امناء علی
وحیه والسنة الی رسله و
مختلفون بقضائه وامره و
منهم الحفظة لعباده والسدنة
لابواب جنانه ومنهم الثابتة
فی الارضین السفلی اقدامهم
والمارقة من السماء العلیا
اعناقهم والخارجة من
الاقطار ارکانهم والمناسبة
لقوائم العرش اکتافهم
ناکسة دونه ابصارهم
متلفّعون باجنحتهم
مضروبة بینهم وبین
من دونهم حجب العزّة
واستار القدرة لایتوهّمون
ربهم بالتصویر ولایجرون
علیه صفات المصنوعین

مصروف ہین رکوع نہین کرتے اور بعض فرشتے ایسے
ہین جو ہمیشہ رکوع مین رہتے ہین اور سیدھے نہین ہوتے
اور صف بستہ ہین اپنی جگہ سے نہین ہٹتے اور تسبیح
کرنے والے ہین کبھی نہین تھکتے اُن پر آنکھون کے
خواب اور عقلون کی بھول چوک اور جسمون کی سستی
اور نسیان کی غفلت احاطہ نہین کرتی اور اُن مین سے
بعض وہ فرشتے ہین جو وحی خدا پر امین ہین اور اُسکے
پیغام کو رسولون کے پاس لیجاتے ہین اور اُسکی
قضا و قدر کے پہونچانے مین آمد و رفت کرتے ہین اور
اُن مین سے بعض وہ فرشتے ہین جو اُسکے بندون کی
حفاظت کرتے اور دروازہاے بہشت کی دربانی
کرتے ہین اور اُن مین سے بعض وہ فرشتے ہین کہ زمین
کے تحتانی حصون مین اُنکے قدم ثابت ہین اور آسمان
بلند سے اُنکی گردنین نکلی ہوئی ہین اور اقطار عالم
سے اُنکے ارکان خارج ہین اور اُنکے کاندھے قوائم
عرش کے مناسب ہین اور اُسکے سامنے اُنکی آنکھین
جھکی ہوئی ہین اور اپنے بازوون سے اپنے آپ کو
چھپائے ہوے ہین اور اُنکے اور اُن لوگون کے
درمیان جو اُن سے پست ہین عزت و قدرت کے
پردے حائل ہین اپنے پروردگار کے لیے وہ صورت
کا توہم نہین کرتے اور صفات مخلوقین کو اُسپر جاری

ولا یحدّ و نه بالاماکن و لا تشیرون الیه بالنظائر۔	نہین کرتے اور مکانون کے ساتھ اُسکو محدود نہین کرتے اور نظیرون کے ساتھ اُسکی ذات اشارہ نہین کرتے

بہرحال مذکورۂ بالا تقریرون سے تین نتیجے نکلتے ہین

پہلا نتیجہ یہ کہ وحی سے خدا کا وہ پیغام یا کلام مراد ہی جس پر حق تعالی نبی کو فرشتہ کے ذریعہ سے یا بدون اُسکی وساطت کے مطلع کرتا ہی خواہ خدا کی طرف سے کوئی فرشتہ آکر باتین کرے یا اُسکی طرف سے آواز پیدا ہو اور نبی اُسکو سنے یا اُسکی طرف سے نبی کے دل مین کوئی مضمون ڈالا جائے خواہ بیداری مین یا خواب مین جسکو الہام یا القا کہتے ہین اور یہ کہ وحی اور الہام جو نبی کے لیے ہوتا ہی وہ کسی فطری ملکہ سے پیدا نہین ہوتا بلکہ وہ حق تعالی کا کلام ہی جسکو نبی پر خارج سے نازل کرتا ہی اور وہ (کلام) باہر سے آتا ہی۔

دوسرا نتیجہ یہ کہ خدا کی طرف سے جو فرشتہ اُسکے پیام یا کلام کو نبی کے پاس لاتا ہی وہ ایک مستقل مخلوق ہی جسکو حق تعالی اپنی طرف سے نبی کے پاس بھیجتا ہی اور یہ کہ وہ (فرشتہ) کسی طبعی ملکہ یا فطری قوت کا نام نہین ہی بلکہ وہ ایسا نورانی جسم ہی جو اُترنے چڑھنے اور ساکن اور متحرک ہونے پر قدرت رکھتا ہی۔

تیسرا نتیجہ یہ کہ نبی وہ بشر ہی جو وحی و الہام کے ذریعہ سے تعلیم پاتا ہی اور اسی کی طرف لوگون کو ہدایت کرتا ہی اور یہ کہ نبوت کسی فطری ملکہ یا طبعی قوت کا نام نہین ہی جو ہر ایک بشر مین قدرت کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور یہ کہ وحی و الہام سے اُسکو جن امور کی تعلیم ہوتی ہی وہ کسی انسانی قوت کے ذریعہ سے حاصل نہین ہو سکتے اور یہ کہ نبی کے لیے جس قوت سے کہ کسی امر پر اطلاع ہوتی ہی وہ مافوق الفطرہ ہوتی ہی اور غیر نبی کے لیے جس قوت سے کہ کسی بات پر اطلاع ہوتی ہی وہ ماتحت الفطرہ ہوتی ہی۔

لیکن جناب سر سید احمد خان صاحب نے نتائج مذکورۂ بالامین ترمیم اور اصلاح کی ہی وہ وحی و الہام اور فرشتہ اور نبوت کو فقط انسان کی فطری قوت کا نتیجہ قرار دیتے ہین - چونکہ اُنکی یہ راے عقل و نقل دونون کے خلاف ہی اسلیے اُنکی عبارتون کا نقل کرنا اور بر وجہ اجمال اُن سے تعرض کرنا مناسب ہی تاکہ ناظرین کے لیے حق و باطل مین تفرقہ کرنے کا موقع ملے اور اپنے صحیح عقیدہ کو زیغ و ضلالت سے محفوظ رکھین - پس واضح ہو کہ اُنھون نے نمبر (۱) کے متعلق اپنی تفسیر مین یہ عبارت تحریر فرمائی ہے -

عبارت سر سید احمد خان صاحب متعلق وحی و الہام

وحی تو وہی ہوتی ہی جو خدا سے پیمبر کو دی جاتی ہی مگر اگلے مفسرین نے اُسکا بیان کہ وہ کیونکر دیجاتی ہی ٹھیک طور پر نہین کیا اُنھون نے خدا اور رسول کو دنیا کے بادشاہ اور وزیر کے مانند اور وحی کو بادشاہ کے کلام یا حکم یا پیغام کے مانند سمجھا ہی امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مین ارقام فرماتے ہین[۱] کہ آسمان پر جبرئیل خدا کا کلام سن کر آنحضرت پر اُترتے تھے اور وہ پیغام کہدیتے تھے - پھر اس تقریر پر اُنکو یہ مشکل پیش آئی کہ خدا کے کلام مین تو حروف اور آواز نہین ہی پھر جبرئیل نے وہ کیونکر سنا ہوگا - پھر اُسکا جواب یہ دیا ہی کہ ممکن ہی کہ خدا تعالیٰ نے جبرئیل مین ایسی سماعت پیدا کی ہو جو خدا کا کلام سن لیتا ہو - پھر اُس مین یہ قدرت رکھی ہو کہ وہ عبارت مین اُسکی تعبیر کر سکے - اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ خدا نے لوح محفوظ مین اسی ترتیب سے قرآن پیدا کر دیا ہو اور جبرئیل نے اُسکو پڑھ کر یاد کر لیا ہو - یا یہ ہوا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی جسم دار مین سے خاص طرح کی آوازین ٹھہر ٹھہر کر نکالی ہون اور جبرئیل نے بھی اُسی کے ساتھ آواز ملالی ہو - پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو بتا دیا ہو کہ یہی وہ عبارت ہی جو ہمارے کلام قدیم کو پورا ادا کر دیتی ہے -

[۱] لفظ ارقام کا تحریر کرنا کس معنی مین استعمال کر کے ناظم درست نہین ہو ۱۲

یہ تقریرین ہمارے علماے قدیم کی اُسی قسم کی تقریرین ہین جن پر آج لوگ ہنستے ہین اور قرآن مجید اور مذہب اسلام کو مثل اس تقریر کے لغو سمجھتے ہین - امام صاحب نے اس بات پر غور نہین فرمایا ہی کہ خدا تعالی نے ان حضرت ہی مین ایسی سماعت یا لوح محفوظ مین سے پڑھنے کی قدرت یا جس جسم مین سے وہ اونچی نیچی آوازین نکلتی تھین اُسن سے کلام سمجھ لینے کی طاقت کیون نہین پیدا کی جو خدا کا کلام سن لیتے اور سمجھ لیتے تاکہ اس تکلیف کی کہ جبرئیل سنین پھر عبارت بنائین پھر اُن حضرت کو آکر سنائین حاجت نہ رہتی - اسکی بھی تشریح امام صاحب نے نہین فرمائی کہ اُن اونچی نیچی آوازون سے آواز ملا لینے کے بعد جبرئیل کو خدا نے کیونکر بتایا کہ یہ وہی عبارت ہی - آیا اُنھین اونچی نیچی آواز دینے اُس سے تو جاننا محال تھا کیونکہ دور لازم آتا ہی - پھر اور کسیطرح بتایا ہوگا کہ پہلے ہی اُسی طرح بتا دیا ہوتا ولاشک ان ھذہ ھفوات لیس لھا فی الاسلام نصیب -

سر سید احمد صاحب کی تقریرون کا جواب

یہ امر بہت واضح ہی کہ سر سید احمد صاحب کی بہ نسبت اگلے مفسرین کا قول بہر حال قابل اعتماد زائد ہوگا اسلیے کہ وہ لوگ اہل فن ہین اور سید صاحب اُس سے بالکل اجنبی ہین اب اگر دلیل پر بنا کی جائے تو مفسرین کے قول کی تائید مین قوی دلیلین موجود ہین جو کتاب و سنت سے ماخوذ ہین اور عقل بھی اُنکے قول کو ترجیح دیتی ہی اس لیئے کہ نبی کے لیے باقی لوگون سے اُسی وقت امتیاز ہو سکتا ہی جبکہ وہ (نبی) کسی ایسی قوت کے ساتھ مؤید ہو جو ما فوق الفطرہ ہو کیونکہ فطری قوت اُن امور کے معلوم ہونے مین کافی نہین ہو سکتی جو مرضی خدا کے موافق اور غیب سے متعلق ہون اس صورت مین مرضی خدا کے دریافت کرنے اور امور غیب پر مطلع ہونے کی غرض سے نبی کے لیے ما فوق الفطرہ قوت کا موجود ہونا لازمی امر

قرار پائیگا اور اس مطلب کو دوسری عبارت مین اس طرح ادا کر سکتے ہین کہ نبی اور غیر
نبی کے الہام مین فوق الفطرہ اور تحت الفطرہ کا فرق ہی جو اُنکی حاجتون مین
ظاہر ہوتا ہی ایک مسیحی شخص (پادری عماد الدین صاحب) کیا خوب لکھتے ہین کہ
بنی آدم کی کیفیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اُنکو آسمانی الہام کی سخت
ضرورت ہی اور یہ ضرورت اُنکی طبیعت مین خالق کیطرف سے رکھی ہوئی معلوم ہوتی
ہی یعنی خالق کی صحیح شناخت یا وہ شناخت جو عقلی طبعی شناخت سے بلند و بالا
ہی اور اُسکی اُس مرضی کی شناخت بھی جو ہم سے متعلق ہی اور اُس مرضی کی تکمیل
یا بجا آوری کی راہ اور بنی آدم کی ابتدائی اور انتہائی کچھ ضروری کیفیت بھی یہ
چار باتین دریافت کرنے کی ضرورت اور خواہش انسان کی طبیعت مین خدا سے
رکھی ہوئی نظر آتی ہی اور فطرت معلومہ کی کیفیت سے اور عقلی یا خیالی یا ذہنی یا
کسی خاص ملکہ کے ہو جانے سے یہ ضرورت رفع نہین ہو سکتی ہی اور نہ کوئی کہہ سکتا
ہی کہ مین اس ضرورت کی نسبت تسلی کی راہ فطرت مین دکھلا سکتا ہون اور یہ بھی کہنا
مشکل ہی کہ یہ ضرورت ایک وہمی بات ہی پس جبکہ ایسی ضرورت یقیناً بنی آدم کی
طبیعت مین نظر آتی ہی اور اُسکے رفع یا تکمیل کی صورت یقیناً فطرت مین نہین ہی
تو اب کیا کہہ سکتے ہین یا تو یہ کہ اس فطرت کے فاطر کا یہ فعل ہم مین عبث ہوگا پھر
یہ تو عقلاً محال ہی یا یہ کہ کہین نہ کہین دنیا مین اسکے رفع کی صورت بھی خدا سے
ظاہر ہوئی ہوگی ہم تو یہ بھی دیکھتے ہین کہ تمام جسمانی اور بعض روحانی حاجتونکے لیے خالق
نے تکمیل کی راہ ظاہر کی ہی تو کیا ایسی ضرورت کے لیے جو تمام جسمانی و روحانی
ضرورتون سے از حد عالی اور اہم ضرورت ہی اور جسکی تکمیل کے بغیر زندہ تمیز کا آدمی
دنیا مین چین نہین پا سکتا کوئی تکمیل کی راہ خالق نے ظاہر نہین کی فطری ملکہ کے
الہام سے تو اسکی تکمیل نہین ہو سکتی کیونکہ وہ تو مادی الجزے ہین اسکی تو یہی ایک

صورت ہی کہ خدا خود بولے اور ان بھیدون کو کھولدے"۔ **بہر حال** وحی و الہام کے بارہ مین جو کچھ کہ علماے اسلام کا صحیح اعتقاد ہی اور عقلی و نقلی دلیلین اُسکی تائید کرتی ہین وہ اوپر مذکور ہو چکا ہی۔

سر سید احمد خان صاحب کے نزدیک خدا و رسول کا دنیا کے بادشاہ و وزیر کے مانند ہونا اور وحی کا بادشاہ کے کلام یا حکم یا پیام کے مانند ہونا صحیح نہین ہی لکن اُنکا یہ کلام بالکل بے دلیل ہی اور اس تشبیہ مین کسی قسم کا نقصان نہین ہی بلکہ سر سید احمد خان صاحب کے مختار کی بنا پر بھی اگرچہ وحی سے محض ایک فطری ملکہ مراد ہی لکن خدا و رسول کا بادشاہ و وزیر کے مانند کہنا اور فطری ملکہ کا پیام یا کلام کے مانند کہنا صحیح ہی اس لیے کہ اس تقدیر پر بھی تشبیہ کے جملہ ارکان موجود ہین اور کوئی مانع موجود نہین ہی اور چونکہ خدا کے متکلم ہونے سے اُسکا آواز اور حروف کو کسی جسم مین پیدا کر دینا مراد ہی لہذا جبرئیل کا خدا کے کلام کو سننا اور نبی سے اُسکو بیان کر دینا بالکل بے اشکال ہو گا۔

اور یہ اشکال کہ خدا کے کلام مین تو حروف اور آواز نہین ہی پھر جبرئیل نے وہ کیونکر سنا ہو گا بالکل باطل اور محض لغو ہی اس لیے کہ حق تعالی کے متکلم ہونے سے یہی مراد ہی کہ وہ کسی جسم مین مفید حرفون اور آوازون کو پیدا کر دیتا ہی پس خدا کے کلام مین حروف و آواز کا قرار نہ دینا صحیح نہین ہی البتہ اگر حق تعالی کے لیے کلام نفسی کے ثابت ہونے کا اقرار کیا جائے تو یہ کلام درست ہی لکن کلام نفسی فی نفسہ باطل ہی پس ممکن ہی کہ خداے تعالی کسی جسم مین حرفون اور آوازون کو پیدا کر دے اور جبرئیل کے لیے کوئی ایسی علامت حادث کرے جو اُن حرفون اور آوازون کے منجانب اللہ ہونے پر دلالت کرے جیسا کہ خود نبی کے لیے بھی اسی قسم کی علامت کا ظاہر ہونا لازمی امر ہی۔ اس مقام پر سر سید احمد خان صاحب نے امام رازی کے کلام سے جو تعرض کیا ہی وہ ایک

حدتک ہم بھی صحیح سمجھتے ہین اور بیشک وہ تقریر ہنسنے اور مضحکہ اُڑانے کے قابل ہے
لکن ازبسکہ امام صاحب اور سید صاحب دونون کی تقریرین کلام نفسی و قدیم پر بھی
ہین لہذا ہم کو اُن خاص تقریرون سے تعرض کرنے کی کوئی وجہ نہین ہی -

بعض مسیحی پادریون نے سر سید احمد خان صاحب کی تہذیب الاخلاق صفحہ ۵۲ لغایتہ
صفحہ ۵۶ سے الہام و وحی کے بارہ مین جو چند عبارتین نقل کی ہین اس مقام پر اُنکا وارد
کرنا اور بالاجمال تعرض کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہی اور وہ کئی ہین -

پہلی عبارت "ہم نے الہام کو خالی نلی مین پانی بھرنا نہین مانا بلکہ فوارہ کی طرح اُس منبع
سے اچھلنا مانا ہی - جب یہ عام خیال کہ وحی یا الہام اوپر سے آتا ہی نکال دیا جائے
اور یہ سمجھا جائے کہ وہ آتا نہین بلکہ جاتا ہی اور پھر پلٹ کر پڑتا ہی اور خاص خاص
علوم اور رانکشافات سے تعلق رکھتا ہی تو کتب الہامی کی نسبت بھی خیال ضائع ہوا
جاتا ہی الہام یا کتاب الہامی کا (پرنٹر) خود اُسکا دل ہی جس پر الہام ہوا خود اُسی
کے دل سے فوارہ کے مانند وحی اُٹھتی ہی اور پھر کو خود اُسی پر نازل ہوتی ہی وحی یا الہام
کو ہم کامل یا بے نقص نہین کہتے بلکہ صرف اُسی کو کامل کہتے ہین جسکو نیچر نے کامل کیا"

جواب - سر سید احمد صاحب موصوف کی اس تقریر کا جواب بھی اگرچہ ہماری گذشتہ
تقریرون سے حاصل ہوسکتا ہی لکن ہم دوسری عبارت مین اُسکا اعادہ کرنا مصلحت
سمجھتے ہین جملہ اہل اسلام اور تمام کتب آسمانی کا اس مطلب پر اتفاق ہی کہ الہام اور
وحی ایک بالائی اور بیرونی تلقین ہی جو خدا کی طرف سے نبی کے دل پر نازل ہوتی
اور اترتی ہی جسکو سر سید صاحب خالی نلی مین پانی بھرنے کے ساتھ تعبیر کرتے ہین -
اس تقدیر پر سر سید صاحب موصوف کے الہام و وحی کی تفسیر مین مذکورہ بالا ایسی
انوکھی تحقیقات پر نظر کرنا لازم نہین ہی اسکے علاوہ اُنھون نے اپنی اس عجیب و غریب
تفسیر پر کوئی ادنی سا معقول نشان بھی بیان نہین کیا پس ایسا عجیب و غریب دعوی

بدون کسی معقول شاہد کے کیونکر مقبول ہو سکتا ہی۔
اسکے علاوہ اگر انکی یہ تفسیر صحیح تسلیم کرلی جائے تو لازم آئیگا کہ ہر ایک الہامی اور آسمانی کتاب انسان کے فطری خیالات اور دلی جذبات کا ایک مجموعہ ہو اور یہ کہ دنیا کے ہر ایک حکیم کا نبی یا رسول کہنا اور اسکے فطری خیالات کا آسمانی کتاب کہنا صحیح ہو اور انبیا کا کسی خاص عدد مین محدود کرنا محض بیمعنی ہو بلکہ خود سر سید احمد صاحب کا نبی کہنا اور انکے مذکورۂ بالا خیالات کا آسمانی کتاب کہنا بالکل درست ہو اس لیے کہ انکے الہام کی تفسیر کا دائرہ بہت وسیع ہی جس مین ان سب باتون کے داخل ہو جانے کی گنجائش ہی۔
اور سر سید صاحب کا یہ کہنا کہ وحی یا الہام کو ہم کامل یا بے نقص نہین کہتے ہین انکی تفسیر کی رو سے بالکل درست ہی اس لیے کہ انکا الہام محض ایک فطری چیز ہی جو خود انسان کی طبیعت سے پیدا ہوتا ہی جسکا ناقص ہونا نہایت واضح ہی پس ناقص سے جو چیز پیدا ہوگی وہ کامل کیونکر ہو سکتی ہی لیکن سر سید صاحب کی اسی تقریر سے یہ امر بھی بخوبی ثابت ہو جاتا ہی کہ انسان کو ایک کامل اور بے نقص الہام کی ضرورت ہی جسکے ذریعہ سے اسکے نقائص برطرف ہون اور فضائل و کمالات کے حاصل کرنے کے طریقہ معلوم ہون پس ایسے الہام ربانی اور وحی آسمانی کا موجود ہونا بہر حال لازم ہوا جو ہر طرح کامل اور بے نقص ہو جسکا جملہ اہل اسلام بلکہ تمام اہل ملل کو اقرار ہی۔
اور سر سید صاحب کا یہ فقرہ اور بھی تعجب خیز ہی "بلکہ صرف اسی کو کامل کہتے ہین جسکو نیچر نے کامل کیا" اس لیے کہ جب انکے نزدیک الہام کا نیچری ہونا اور نیچری الہام کا ناقص ہونا ثابت ہو چکا تو اب وہ کونسا نیچر باقی رہا جسکا الہام انکے نزدیک بے نقص اور کامل ہوتا ہی اسکے علاوہ ہم کہتے ہین کہ نیچری کمالات مین کوئی کمال ایسا نہین معلوم ہوتا جس مین کسی قسم کا نقص نہو نیچر مین غیب دانی اور پیشینگوئی

اور گذشتہ اور آئندہ کے احوال پر اطلاع یابی کا کوئی طریقہ نہین ہی جسکی انسان کو حاجت ہی
اب اگر دعوی کیا جائے کہ اس قسم کا بے نقص اور کامل الہام بھی ہم کو نیچر کے ذریعہ سے
معلوم ہو سکتا ہی تو اس دعوے کے باطل ہونے پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی بھی ضرورت
نہین ہی اس لیے کہ انسانی کمالات کے حدود سے یہ مرتبہ بالاتر ہی اور آج تک کوئی
شخص ایسا نہین گذرا جو ان مراتب کے خود بخود حاصل ہونے کا مدعی ہوا ہو۔ اسکے
علاوہ یہ ہی کہ نیچری کامل کے لیے کوئی حد معین نہین ہی پس جو شخص کہ بہ نسبت بعض
لوگون کے ناقص ہی وہی بہ نسبت دوسرے بعض لوگون کے کامل ہی پس اگر نیچری
کمال کا نام الہام رکھا جائے تو لازم آئیگا کہ ہر ایک شخص نبی ہو اگر نیچری کمال
سے آدمی نبی ہو جاتا ہی تو لازم آئیگا کہ خود سر سید احمد صاحب کا نبی ہونا بھی تسلیم کیا
جائے اسلیے کہ نیچر نے اُنکا دماغ بھی ایک خاص وضع کا بنایا تھا جسکی نظیر کم ملسکتی
ہی پس ممکن ہی کہ ہم بھی اُنکو نیچری نبی کہین لکن ازبسکہ خود سر سید صاحب کے نزدیک بھی
نیچری کمال بے نقص نہین ہوتا اور اسی لیے اُن سے ہزارون مسامحے ایسے سرزد
ہوے ہین جنکا باطل ہونا ہر ایک عاقل کے نزدیک بدیہی طور سے معلوم ہو گیا ہی
لہذا انسان کو اپنی تکمیل کے لیے کسی دوسری قسم کے نبی کی حاجت ہوتی ہی جو ان
مسامحات سے بُری ہو اور ایسا نبی وہی شخص ہو سکتا ہی جسنے الہام ربانی اور وحی
آسمانی کے ذریعہ سے تعلیم و تربیت پائی ہو۔

دوسری عبارت جس مین سر سید صاحب ممدوح نے اپنے مذکورۂ بالا دعوے پر
دلیل قائم کی ہی اور نفس انسانی کی چار حالتین بتلائی ہین اور وہ یہ ہین **اول** ترتیبی حالت[له]

[له] مولوی عمادالدین صاحب پادری لکھتے ہین "یہ تو وہی پہلی ترتیبی حالت ہی جس مین ترقی ہوئی ہی شاید
سر سید احمد صاحب نے ایک ہی حالت کو باعتبار ابتدا اور انتہا کے دو حالتین قرار دیا ہے لیکن وہ
کہتے ہین کہ یہ دونون حالتین الہام سے متعلق نہین ہین اس سبب سے مین بھی اس کے ذکر کو اس مقام پر
ترک کرتا ہون ۱۲

جسکو کانشنس بھی کہتے ہین **دوم** کسی خاص علم و ہنر مین ترقی کرتے کرتے اعلی درجہ کی قدرت اور ملکہ اس علم و ہنر مین پیدا کرتا ہی **سوم** جب وہ کسی علم و ہنر مین غور کرتا ہی اور کسی مسئلہ کو حل کرنا چاہتا ہی لیکن اُسکی تمام اکتسابی قوتین اُس سے عاجز آجاتی ہین اور تنقیح کا رستہ نہین بتلاتین مگر دفعتہ اُسکے دل مین ایک بات آجاتی ہی جس کو وہ نہین جانتا کہ کہان سے اور کس طرح آئی اس طرح کی بات کے دل مین آنے کو وحی و الہام کہتے ہین کچھ عجب نہین کہ اس الہام کی جڑ وہی اکتسابی علوم ہون مگر جبکہ ظاہری طور پر اکتسابی علوم اُسکا ذریعہ نہ تھے اسلیے ہم اُسکو الہام اور وحی کی حد سے خارج نہین کرتے **چہارم** ہم انسان مین ایسی حالت پاتے ہین جس کی بنا اکتسابی علوم پر قائم نہین ہو سکتی بلکہ اُس شخص کے نیچر پر قائم ہوتی ہی ایک جاہل شخص کو جو نہ علوم سے واقف ہی نہ عروض سے نہایت عمدہ شاعر پاتے ہین اَن پڑھ اور بے علم لوگون نے ایسے دقیق مسائل اخلاق بیان کیے ہین جنکو حال کے ترقی یافتہ بھی تعجب سے دیکھتے ہین۔ قدیم زمانہ مین جب علم کی روشنی ذرا بھی نہ چمکی تھی یا بہت تھوڑی چمکی تھی ایسے لوگ گذرے ہین جنکو لوگون نے خدا تک مانا ہی اور یہی نہین کہ اُنکو ایسا مان لیا تھا بلکہ اُنکے اقوال و مسائل و اصول جو اسوقت دنیا کے پاس موجود ہین اُن سے ثابت ہوتا ہی کہ جیسے وہ مانے گئے تھے نعوذ باللہ ویسے ہی ماننے کے لائق بھی تھے۔ بت پرست مصریون مین سے بعض کے اقوال الہیات کے مسائل ہین ایسے ملتے ہین جن سے زیادہ عمدہ نہین ہو سکتے۔ ہندوون کے بیدون کے اُن مصنفون کے اقوال کو دیکھو جہان اُس جوتی سروپ نرنکار کی وحدانیت اور اُسکے صفات کو بیان کیا ہی۔ موسی نے کس عمدگی سے اُس مخفی مگر علانیہ ہستی کی ہستی کو ان مختصر لفظون مین کہ "مین وہی ہون جو ہون" بیان کیا ہی۔ ابراہیم کو دیکھو جس نے بغیر کسی تربیت کے اپنا منھ بتون کی طرف سے موڑا اور خدا کی طرف پھیرا اور

اپنی فطرت سے خدا کو پہچانا اُسکی فطرت سے - آخر ہین محمد رسول اللہ صلعم کو دیکھو جس نے نہ لات وعزی کو مانا نہ تعلیم وتربیت کا لفظ سیکھا نہ سوسائٹی کے قوی اثر کو دیکھا اور دیکھا تو اُس وحدہ لاشریک کو دیکھا - اس طرح دل مین پڑنے والی بات کو ہم وحی والہام کہتے ہین "

جواب - سر سید احمد صاحب کی اس طولانی تقریر سے کئی امر مستفاد ہوتے ہین -

پہلا امر یہ کہ پہلی دونون حالتین اکتسابی ہین اور اسلیے وہ اُنکے نزدیک الہام اور وحی سے خارج ہین مگر اس بیان مین دو باتین قابل بحث ہین **اول** یہ کہ وہ تربیتی حالت اور کانشنس کو ایک بتلاتے ہین حالانکہ کانشنس ایک طبعی قوت اور فطری حالت کا نام ہی جسکی تمیز کے ساتھ تعبیر کی جاتی ہی پس اُسکو تربیتی حالت کے ساتھ جو اکتسابی ہے متحد سمجھنا بظاہر درست نہین ہی **دوم** یہ کہ کانشنس کو نیچری وحی والہام سے خارج کرنا اور چہارم کو اُس مین داخل کرنا بھی بظاہر درست نہین ہی اس لیے کہ وہ دونون غیر اکتسابی اور نیچری قوتون کا نتیجہ ہین -

دوسرا امر یہ کہ تیسری حالت نیچری الہام اور وحی مین داخل ہی اگرچہ فقط نام رکھنے مین مناقشہ کرنا زیادہ مفید نہین ہی لکن اہل اسلام کسی ایسی بات کو جو ہمارے حضرت کے بعد کسی شخص کے ذہن مین آئے خواہ وہ اکتسابی ہو یا غیر اکتسابی وحی نہین کہتے پس سر سید احمد صاحب کا اُسکو وحی کہنا جماعہ اہل اسلام کے مخالف ہوگا -

تیسرا امر یہ کہ تعلیم یافتہ شخص کی جب اکتسابی قوتین عاجز آجاتی ہین تو جو خیال یکایک اُسکے ذہن مین آتا ہی وہ الہام اور وحی کہلاتا ہی یہ امر بھی کئی وجہ سے خالی از بحث نہین ہی **اول** یہ کہ اکتسابی قوتون کے عاجز آنے کو اُسکی فطری قوتون کا عاجز آجانا لازم نہین ہی پس ممکن ہی کہ ایسی صورت مین جو خیال پیدا ہوا ہی وہ کسی فطری قوت کا نتیجہ ہو جیسے خیالی قوت جسکا میدان بقول شخصے کبھی تنگ ہی نہین ہو سکتا

اور وہ روحانی یا جسمانی فطری خواہشون کے ساتھ آمیزش کرکے ضرور کوئی خیال
پیدا کریگی اس لیے دفعۃً اُسکے دل مین کوئی بات آجاتی ہی غلط ہو یا صحیح کچھ نہ کچھ
خیال ضرور پیدا ہو جاتا ہوگا جسکو وہ نہین جانتا کہ کہان سے اور کس طرح آیا۔ یہ صورت
تو اُس مسئلہ کی بنسبت تنقیح کی صورت نہین ہی کسی خیال کی پیدائش ہی کا نام تو تنقیح
نہین ہی پس اُس خیال کا صحیح یا باطل ہونا محتمل رہیگا عقل کے نزدیک اُس (خیال)
کا صحیح علم اور صحیح حکم ہونا کیونکر ثابت ہو سکتا ہی اس لیے کہ صرف ایک خیال پیدا ہو گیا
ہی اور اُسکے مخرج کو وہ نہین پہچانتا کہ کہان سے ہی کیون نہ کہین کہ اُنھین قواے
اکتسابیہ اور فطریہ کا یہ نتیجہ ہی جو عاجز تھین جب اُسنے فکر پر زور دیا تو ذہن نے
اُس خیال کی طرف رسائی پائی اور قواے اکتسابیہ سے صیقل یافتہ ذہن کی جولانی نے
یہ رہبری کی اور شاید کچھ تصدیق یا تکذیب بھی اس خیال کی نسبت اُسکے قواے
اکتسابیہ اور التزامات فطریہ سے ہوگئی ہو یہ تو سرسید صاحب بھی فرماتے ہین کہ "کچھ
عجب نہین کہ اُسکی جڑ بھی وہی اکتسابی علوم ہون" پس جبکہ یہ خیال قیاس کے بھی
مطابق ہی تو کیا ضرور ہی کہ ہم اُسے الہام یا وحی کہین اکتسابی علوم کا نتیجہ کیون نہ کہین
پس جبکہ اکتسابی علوم بقول سرسید صاحب بھی الہام نہین ہین تو اُنکا نتیجہ کیونکر الہام
ٹھہر گیا کیا صرف اس لیے کہ طبعی تنگ راہ سے وہ نکلا ہی اور بظاہر اکتسابی علوم
اُسکا ذریعہ نہ تھے الہام کے لیے مخرج کی تنگی شرط مفروض نہین ہی مخرج خواہ تنگ
ہو یا فراخ صرف منبع اور سرچشمہ دیکھنا چاہیے کہ کہان سے ہی سرسید صاحب کا
مطلب یہ معلوم ہوتا ہی کہ اُس خیال کا منبع انسانی فطرت ہونا چاہیے نہ اکتسابی علوم
اور اگر اکتسابی علوم ہی اُسکا منبع ہون تو بھی بظاہر نہ ہون اور چاہیے کہ تنگی کی راہ
سے وہ خیال نکلے اور یہ کچھ ضرور نہین ہی کہ خدا وہ خیال اُسکے دل مین اوپر سے
ڈالے بلکہ اُسی کی طبیعت سے وہ پیدا ہو تب وہ الہام فطری کی حد مین داخل ہوگا

اگرچہ طبعی ایجادسے خیالات پیدا ہوتے ہین لکن انسان کی طبیعت مین موت اور تاریکی اور نقصان ہے اور اُس کا دل بڑا فریبی ہے پس جو حالت اُس کی ہے ویسی ہی بات اُس سے نکلیگی اس لیے اُسکا وہ فطری الہام نہ تو اُسکی فطری ضرورت کو رفع کریگا نہ دوسرون کی۔

اور حاصل کلام یہ ہی کہ الہام سے وہی تلقین مراد ہوتی ہی جو صحیح اور واقعی ہو اور فطرت انسانی سے جو خیال پیدا ہوتا ہی اُسکا صحیح اور واقعی ہونا ضروری نہین ہی پس نیچری خیال کا الہام کہنا درست نہ ہوگا۔

دوم یہ کہ اگر ہم ہر ایک فطری خیال اور نیچری کمال کو الہام کہین تو مختلف خیالات کا الہام ہونا لازم آئیگا اس لیے کہ ہر ایک انسان کی فطرت یکسان نہین ہی۔ پس ممکن ہوگا کہ ایک انسان کا فطری خیال دوسرے انسان کے فطری خیال سے مخالف ہو اور باوجود اسکے دونون کے خیال الہام مین داخل ہون اور ظاہر ہی کہ ایسے لغو خیال کو کوئی عاقل نہین مان سکتا پس ضرور ہوا کہ الہام مین وہی امور داخل ہون جنکا منبع اور سرچشمہ مبدء فیاض ہو جس مین کسی قسم کے نقصان کا شائبہ نہین ہی اور اس صورت مین الہام کا انسان کے دل پر باہر سے وارد ہونا لازم ہوگا اور اُسکے منبع کا فطرت انسان ہونا باطل قرار پائیگا۔

سوم یہ کہ ممکن ہی کہ اُس خیال کو شیطان نے اُسکے دل مین ڈالدیا ہو پس اُسکو الہام کہنا کیونکر صحیح ہوگا جسکا خدا کی مرضی کے موافق ہونا ضروری ہی ہان اصطلاح کے قائم کر لینے کا کوئی مانع نہین ہی پس ممکن ہی کہ سرسید صاحب ہر ایسے خیال کو الہام کہین جسکا سبب اور منبع اُنکو معلوم نہو لیکن اُس سے کوئی معقول نتیجہ پیدا نہین ہوسکتا۔

چہارم یہ کہ بہت سے اہل علم کے ذہن مین جنکی اکتسابی قوتین عاجز آجاتی ہین مختلف خیالات پیدا ہوجاتے ہین پس اگر اُنکے خیالات کا الہام ہونا تسلیم کر لیا جائے تو لازم

آئیگا کہ وہ سب کے سب انبیا ہون حالانکہ اُن مین بعض کا گمراہ اور بیدین ہونا معلوم
ہوتا ہی پس ہر ایک خیال کا الہام کہنا لغو محض ہوگا۔
پنجم یہ کہ خیالات مذکورہ کے پیدا ہونے مین کچھ اہل علم ہی کی تخصیص نہین بلکہ جاہل اور
کودن کو بھی جب کسی امر کے طی کرنے سے عاجز آجاتا ہی تو دفعتہً اُسکے ذہن مین بھی کوئی
نہ کوئی خیال پیدا ہو جاتا ہی پس لازم آتا ہی کہ سر سید صاحب کے نزدیک شخص
مفروض بھی نبی ہو اور اُسکا خیال الہام مین داخل ہو جائے۔ بہر حال سر سید صاحب
موصوف کی اس تحقیقات کی رو سے جن عجائب و غرائب امور کا التزام کرنا پڑتا ہی
وہ تحریر مین نہین آسکتے پس ایسی تحقیقات پر کونسا عاقل راضی ہو سکتا ہی جسکی بنا پر
ایسے دور از کار اور بیہودہ امور کا سامنا کرنا پڑے۔
چوتھا امر یہ کہ جس خیال کی اکتسابی علوم پر بنا نہ ہو بلکہ اُسکی بنا انسان کے نیچر پر قائم ہو
وہ الہام اور وحی ہی یہ امر بھی کئی وجہون سے خالی از اشکال نہین ہی **پہلی** وجہ یہ کہ
اس حالت کے انسان ہر ایک زمانہ اور ہر ایک قوم مین موجود ہونے چاہئین اس لیے
کہ کوئی انسان نیچر سے خالی نہین اسی طرح کوئی نیچر ایسا نہین ہی جسکی وجہ سے ہر ایک شخص
مین اس حالت کی فی الجملہ پیدائش نہوتی ہو پس لازم آئیگا کہ ہر ایک زمانہ اور ہر ایک قوم
کا ہر ایک انسان نبی ہو اور اُسکی یہ حالت الہام ہو حالانکہ کوئی معمولی عقل کا آدمی بھی
اس عموم کا قائل نہین ہو سکتا اور اُسکا لغو ہونا ایسا واضح ہی جسکے بیان کی حاجت نہین ہی
دوسری وجہ یہ کہ اگر سر سید صاحب کی عبارت مین انسان سے ہر ایک زمانہ کی خاص
خاص قوم کے خاص خاص انسان مراد لیے جائین تب بھی ہر ایک زمانہ مین ہر ایک کیلیے
لا اقل ایک ایک نبی کا موجود ہونا لازم آئیگا جسکا بطلان نہایت واضح ہی **تیسری**
وجہ یہ کہ اس صورت مین لازم آئیگا کہ ہمارے نبی پر نبوت کا خاتمہ نہو اسلیے کہ حضرت کے
زمانہ سے قیامت تک کسی انسان مین نیچر کی حالت مذکورہ کے پیدا نہ ہونے کی کوئی

وجہ نہین ہی لکن ہمارے حضرت کا خاتم الانبیا ہونا جملہ اہل اسلام کے نزدیک ضروری ہی اور اس مطلب پر قرآن مجید بصراحت دلالت کرتا ہی پس سر سید صاحب ممدوح کی یہ تحقیقات بہر حال رائیگان ہوگی **چوتھی** وجہ یہ کہ سر سید صاحب کی اس تحقیقات کی بنا پر لازم آئیگا کہ انبیا کا عدد غیر محصور ہو حالانکہ اُنکا محصور ہونا اور اُنکے سلسلہ کا تا قیامت باقی نہ رہنا معلوم ہی **پانچوین** وجہ یہ کہ اکتسابی علوم سے جو خیال پیدا ہوتا ہی اُسکا ہر ایک شخص کے نیچری خیال سے کم رتبہ ہونا ضروری نہین ہی بلکہ ظاہر یہ ہی کہ علما و حکما کے ذہن مین جو خیال گذرتا ہی وہ عوام الناس اَن پڑھ لوگونکے خیال سے کہین زائد معقول اور استوار ہوتا ہی پس سر سید صاحب کا پہلی قسم کے خیال کو دوسری قسم کے خیال سے کم رتبہ فرض کرنا جیسا کہ اُنکی عبارت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہی علی اطلاقہ درست نہ ہوگا۔ **پس** ہمارے اس مختصر بیان سے ظاہر ہو گیا کہ جس الہام کی بنا نیچر پر قائم ہوگی وہ ہرگز سچا اور قابل وثوق نہین ہو سکتا اس لیے کہ نیچر کا دائرہ خود اسقدر تنگ ہی کہ وہ اپنی تاریکی کے مقررہ حدود سے باہر نہین جا سکتا اور قسم سوم کی طرح اُس سے بھی وہ اغراض حاصل نہین ہو سکتے جنکی انسان کو اپنی تکمیل مین حاجت ہی اور یہ کہ اَن پڑھ اور جاہلون کا نیچری خیال ایسا بگڑا ہوا اور خراب ہوتا ہی جس سے عقل کو تنفر ہوتا ہی چہ جائیکہ اُسکو الہام و وحی کا درجہ عطا کیا جائے۔ پس ایسی صورت مین ہر ایک شخص کا اپنے بگڑے ہوے نیچر کی اصلاح کے لیے ربانی الہام اور آسمانی وحی کی طرف محتاج ہونا محتاج بیان نہین ہی جو کسی انسان کے دل پر باہر سے نازل ہو اور اُسکی اور اُسکے تابعین کی ہدایت اور دونون جہان کی خوبی کا سبب قرار پائے۔

لہ سر سید صاحب کی عبارت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہی کہ اُنھون نے قسم سوم کے خیال کو علما و حکما کا وحی و الہام اور قسم چہارم کے خیال کو انبیا و مرسلین کا وحی و الہام قرار دیا ہی اور یہ کہ قسم چہارم کو قسم سوم پر ترجیح ہی ۱۲

انجمن دار التالیف لکھنؤ

یہ انجمن لکھنؤ کے جملہ حضرات علمای اعلام کی صوابدید سے قائم ہوئی ہی اور اسکے مربی اور سرپرست بھی یہی حضرات ہین جنکے اسماء گرامی ذیل مین درج کیے جاتے ہین۔

جناب مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ

جناب مولانا سید آقا حسن صاحب قبلہ

جناب مولانا سید احمد صاحب قبلہ

جناب مولانا سید ظہور الحسین صاحب قبلہ

جناب مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ ممتاز الافاضل و صدر الافاضل

جناب مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ

جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ

جناب مولانا سید ابو الحسن صاحب قبلہ

جناب مولانا سید محمد ہادی صاحب قبلہ

جناب مولانا سید عالم حسین صاحب قبلہ ممتاز الافاضل و صدر الافاضل

اس انجمن سے عام فہم اور بامحاورہ اردو زبان مین ایسے رسالے اور کتابین تالیف کیجائینگی جن مین مذہبی مسئلون کے ساتھ ہی ساتھ آجکل کے شبہون اور اعتراضون کا جواب بھی تحریر کیا جائیگا۔ چونکہ اس انجمن مین چندہ لینے کی بنا نہین کی گئی ہی اور سلسلۂ تالیف و تصنیف کا اسی کی تالیف شدہ کتابون کی قیمت سے باقی رکھنا منظور ہی اسلیے مومنین پر اسکی تالیف شدہ کتابون کی اشاعت مین سرگرمی کرنا نہایت ضروری و لازمی ہی تاکہ اس کارخیر کا سلسلہ باقی رہے اور حضرات مومنین فیضیاب ہون۔ اس انجمن کے پانچوین رسالہ "النبوۃ والرسالہ" کا پہلا حصہ بالفعل طبع ہوکر شائع ہو رہا ہی جس مین اُن اعتقادی مسئلون پر نہایت مفصل بحث اور تنقید اور استدلال کیا گیا ہی جو حسن اعتقاد مین حضرات انبیا علیہم السلام کی نبوت و رسالت کے متعلق بطور اجمال مندرج ہوے تھے۔ اس رسالہ کے مطالب اُردو کی عام فہم عبارت و سلیس روزمرہ مین لکھے گئے ہین۔ اسکی جسقدر جلدین کوئی صاحب طلب کرنا چاہین وہ دفتر انجمن سے بہ نشان ذیل طلب فرمائین فوراً تعمیل کی جائیگی۔

"لکھنؤ غوث گنج تھانہ وزیر گنج دفتر انجمن دار التالیف"

سید سبط حسن آنریری سکریٹری انجمن دار التالیف لکھنؤ

۱۸۷۰
النبوّة حصہ اول
۱۸۷۱
النبوة حصہ دوم